بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل

نمبر ۵۲۵۴

الفضل ربوہ

مسیح موعود نمبر

فون نمبر ۴۹

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل بی

The Daily ALFAZL Rabwah

قیمت ۵ر

جلد ۴۷/۱۲ ۲۸ امان ۱۳۳۷ ہش ۲۸ مارچ ۱۹۵۸ء نمبر ۷۳

میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق اور اعلائے کلمۂ اسلام کیلئے بھیجا گیا

کلماتِ طیبات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلاء کلمۂ اسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا تعجب تو اس بات میں ہوتا۔ کہ وہ خدا جو حامیٔ دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہونگا۔ اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا۔ وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا۔ اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے پاک کلام میں موکد طور پر بیان کر چکا تھا۔ . . . اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجا لاؤ۔ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آبا گزر گئے۔ اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کرونگا اور اسکے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا۔ تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔"

(فتح اسلام صفحہ ۷ تا ۱۰)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۸ء

جاء المسیح جاء المسیح

انگریز جب ہندوستان میں بطور ایک فاتح قوم کے وارد ہوا تو مغربیت کو بھی جس طرح کہ وہ چند صدیوں سے یورپ میں نشوونما پا رہی تھی اپنے ساتھ لایا مذہبی نقطۂ نظر سے مغربیت میں دو نمایاں عنصر شامل تھے۔ ایک الحاد جو عقلیت کا نتیجہ تھا اور دوسرا "مسخ شدہ" عیسائیت جو یورپ کی مشرکانہ جاہلیت کی باقیات میں سے ہے۔

تلوار کے حملہ کے ساتھ ساتھ انگریز نے ان دو ہتھیاروں سے بھی ہندوستانیوں کو مفتوح کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ چنانچہ ایک طرف تو وہ پادریوں کے دام ہمرنگ زمین میں گرفتار ہونے لگے۔ تو دوسری طرف مغربی علوم کی دلاویزیاں انہیں اپنی طرف کھینچنے لگیں۔ ہندوؤں کے مذہب میں تو صدیوں کی غلامی کی وجہ سے پہلے ہی خاصی لچک پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن علمائے اسلام کے لئے یہ ایک بالکل ہی نیا تجربہ تھا مسلمان دیر سے ملک میں حکمران چلے آتے تھے۔ اور اگرچہ ہندوؤں سے اسلام میں آنے والی نسلیں اپنے ساتھ اپنے مذہبی رسومات بھی لے آئی تھیں۔ تاہم اہل علم حضرات کا طبقہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آخر میں حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے اسلامی علوم سے خاصہ بہرہ ور تھا اور تعصب کی حد تک دین پر سے چمٹا ہوا تھا۔ اکثر عوام انہیں اہل علم حضرات کے زیر اثر تھے۔ اس لئے انہوں نے ہندوؤں کی نسبت اس جدید انقلاب سے بالکل مختلف اثر لیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کیا خواص اور کیا عوام انگریز کی فتح سے ان میں احساس کمتری پیدا ہو چکا تھا جس کے نتیجہ میں غلامانہ ذہنیت ابھر آئی تھی۔ اور کیرکٹر کو

اندر ہی اندر گھن لگ چکا تھا۔

مذہبی طبقہ کی اکثریت نے تو مغربی یورش کے خلاف بغاوت کی ٹھان لی۔ پہلے تو تلوار کو آزمایا لیکن جب تلوار کارگر نہ ہوئی۔ تو عدم تعاون کی راہ اختیار کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نئے علوم نے پرانے علوم کو بالکل بازار سے باہر کر دیا تھا۔ انگریز کو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ جو ان کا دفتری کام کر سکیں۔ کیونکہ اتنے بڑے ملک کی حکومت کا بوجھ براہ راست ان پر آ پڑنے سے دفتری کام کے لئے جتنی ضرورت تھی ولایت سے اتنی نفری مہیا نہیں کی جا سکتی تھی اور سخت مہنگی پڑتی تھی۔ ہندو تو خوشی خوشی انگریز کا دم ساز بن گیا۔ لیکن مسلمان پڑھے لکھے طبقہ کے لئے گویا قیامت آ گئی۔ جب فارسی کی جگہ انگریزی نے لے لی تو مسلمانوں کی ضرورت نہ رہی۔

اس طرح سیاسی شکست کے ساتھ علمی شکست نے دینی حلقوں میں سخت انتشار پیدا کر دیا۔ اور وہ حالت پیدا ہوئی جیسا کہ کہتے ہیں ؎

کہاں کے دیر و حرم گھر کا راستہ نہ ملا

اصل بات یہ ہے کہ مغربی اقوام کے خروج کے ساتھ ساتھ تمام عالم اسلام پر غنودگی سی چھاتی چلی گئی۔ اور مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمان اقوام پر گویا ایک جمود کی حالت طاری ہو گئی دوسری طرف ہندوؤں کے دلوں میں نئی امیدوں کے چراغ روشن ہو گئے۔ اور انہوں نے انگریز سے تعاون کر کے مسلمانوں کا پہلو دبانا شروع کر دیا۔ دفتروں ہی میں نہیں بلکہ مذہبی اور علمی میدان میں بھی انہوں نے مسلمانوں کا قافیہ تنگ کر دیا۔ آریہ سماج نے ہندومت کو ایک قومی مذہب کے رنگ میں پیش کیا۔ اور اسلام اور عیسائیت کو ہندوستان سے بدر کرنے کی مہم آغاز کر دی۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

مسلمانوں کے لئے یہ ایسا نازک وقت آ گیا تھا۔ کہ پہلے شاید کبھی نہ آیا تھا چنگیز اور ہلاکو کی قوم نے بے شک عالم اسلام کو سخت نقصان پہنچایا تھا لیکن اس وقت اسلام اتنا بے بس نہیں تھا۔ انہوں نے صرف تلوار سے فتح کی تھی۔ مگر علم سے خود شکست کھا گئے تھے۔ سپین میں مسلمانوں کی تباہی بھی باقی عالم اسلام پر فوری طور پر ضرر رساں اثر نہیں ڈال سکی تھی۔ بلکہ علمی لحاظ سے اسلام ہی نے یورپ کو زیر کر لیا

آج بساط بالکل تہ و بالا ہو چکی تھی نہ صرف اسلام کی تلوار ہی کند ہو کر گر پڑی تھی۔ بلکہ بظاہر اسلامی علوم بھی ہزیمت کھا کر چکے تھے۔ اور مسلمان تلوار اور علم سے تہی ہو کر ساری دنیا کے سامنے اس شخص کی طرح ننگا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جس کے جسم پر برص کے داغ ہی داغ چمک رہے ہوں۔

یہ حالت تھی کہ پنجاب کے ایک گمنام گوشے سے ایک صدا فضاؤں کو چیرتی ہوئی نکل گئی ؎

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

یہ آواز دلگداز حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز تھی آپ نے کہا

اسلام ہی زندہ دین ہے،

کیونکہ

(۱) اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔

وہ آج بھی اپنے بندوں سے اسی طرح کلام کرتا ہے۔ جس طرح پہلوں سے کرتا رہا ہے۔

(۲) اسلام کا رسول زندہ رسول ہے۔

آج بھی اس کے فیض سے انسان قرب الٰہی کے مراتب حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) اسلام کی کتاب زندہ کتاب ہے۔

آج بھی وہ انسان کی مکمل راہنمائی کرتی ہے۔ اور قیامت تک کرتی رہے گی

آپ نے کہا

یہ مغربی پادری جنہوں نے ہر طرف تار کے جال بچھا کر گویا جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اور یہ مغربی فلسفی اور سائنس دان جنہوں نے ایجادات سے گویا جھوٹی خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ یہی وہ دجال ہے جس کی خبر مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہوئی ہے

شکار چل کر ہمارے گھر میں آ گیا ہے اٹھو اور شکار کر لو۔

ایک جماعت نے آپ کی آواز کو سنا اور لبیک کہا۔ آج وہی جماعت ہے جو دجال کے گھر پر کفر اور شرک کے مراکز میں بیٹھ کر تابڑ توڑ حملے کر رہی ہے۔ اور اس کو محسوس کرا دیا ہے کہ اسلام ہی غالب آنے والا دین ہے۔ فلسفہ سائنس عیسائیت اور تمام دیگر ادیان پر اسلام ہی آخر میں غالب ہو گا۔ چنانچہ دنیا کے کناروں سے اس کی آواز بازگشت سب کو سنائی دے رہی ہے۔

بے شک اپنوں اور بیگانوں نے اس کے راستے میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔ اور افسوس ہے۔ کہ اپنوں نے سب سے زیادہ کوشش کی۔ اور ابھی تک ان کی کوشش جاری ہے۔ لیکن وہ کامیاب ہو کر ہی رہا۔ اور جب وہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملا تو دوسروں نے بھی اس کی خداداد طاقت کو محسوس کیا۔ چنانچہ اخبار "وکیل" نے جو مسلمانوں کے سب سے بڑے ادیب مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ادارت میں اس وقت شائع ہو رہا تھا اس طرح خراج تحسین ادا کیا۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں جو شخص مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔"

ادبیاتِ عالیہ

عقل اور الہام

از سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"قرآن شریف میں دو امر کا التزام اوّل سے آخر تک پایا جاتا ہے۔ ایک عقلی وجوہ اور دوسری الہامی شہادت۔ یہ دونوں امر فرقانِ مجید میں دو بزرگ نہروں کی طرح جاری ہیں۔ جو ایک دوسرے کے محاذی اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ عقلی وجوہ کی جو نہر ہے وہ یہ ظاہر کرتی گئی ہے کہ یہ امر ایسا ہونا چاہیئے جو اس کے مقابلہ پر الہامی شہادت کی نہر ہے۔ وہ بزرگ اور استاذ مخبر کی طرح یہ دلوں کو تسلّی بخشتی گئی ہے۔ کہ یہ واقعہ میں بھی ایسا ہی ہے"

واضح ہو کہ اگرچہ یہ سچ بات ہے کہ عقل بھی خدا نے انسان کو ایک چراغ عطا کیا ہے کہ جس کی روشنی اس کو حق اور راستی کی طرف کھینچتی ہے۔ اور کئی طرح کے شکوک اور شبہات سے بچاتی ہے اور انواع و اقسام کے بے بنیاد خیالوں اور بے جا وساوس کو دور کرتی ہے نہایت مفید ہے۔ بہت ضروری ہے۔ بڑی نعمت ہے۔ مگر پھر بھی باوجود ان سب باتوں اور ان تمام منفعتوں کے اس میں یہ نقصان ہے کہ صرف وہی اکیلی معرفتِ حقائق اشیاء میں مرتبۂ یقینِ کامل تک نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ مرتبہ یقینِ کامل کا یہ ہے کہ جیسا کہ حقائق اشیاء کے واقعہ میں موجود ہیں انسان کو بھی ان پر ایسا ہی یقین آجائے کہ ہاں حقیقت میں موجود ہیں۔ مگر مجرّد عقل انسان کو اس اعلیٰ درجۂ یقین کا مالک نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ غایت درجہ حکم عقل کا یہ ہے کہ وہ کسی شے کے موجود ہونے کی ضرورت کو ثابت کرے۔ جیسا کسی چیز کی نسبت یہ حکم دے کہ اس چیز کا ہونا ضروری ہے یا یہ چیز ہونی چاہیئے۔ مگر ایسا حکم ہرگز نہیں دے سکتی کہ واقعہ میں یہ چیز ہے بھی سو اور یہ پایۂ یقین کامل کا کہ علم انسان کا کسی امر کی نسبت ہونا چاہیئے کے مرتبہ سے ترقی کر کے ہے کے مرتبہ تک پہنچ جائے تب حاصل ہوتا ہے کہ جب عقل کے ساتھ کوئی ایسا رفیق مل جاتا ہے کہ جو اس کی قیاسی وجوہات کو تصدیق کر کے واقعاتِ مشہودہ کا لباس پہناتا ہے۔ یعنے جس امر کی نسبت عقل کہتی ہے کہ ہونا چاہیئے وہ رفیق اس امر کی نسبت یہ خبر دے دیتا ہے کہ واقعہ میں وہ امر موجود بھی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں عقل صرف ضرورت شے کو ثابت کرتی ہے خود شے کو ثابت نہیں کر سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ کسی شے کی ضرورت کا ثابت ہونا امر دیگر ہے اور خود اس شے کا ثابت ہو جانا امر دیگر۔ بہر حال عقل کے لئے ایک رفیق کی حاجت ہوئی کہ تا وہ رفیق عقل کے اس قیاسی اور ناقص قول کا کہ جو ہونا چاہیئے کے لفظ سے بولا جاتا ہے مشہودی اور کامل قول سے جو ہے کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جبر نقصان کرے اور واقعات سے جیسا کہ وہ نفس الامر میں واقعہ ہیں آگاہی بخشے۔ سو خدا نے جو بڑا ہی رحیم اور کریم ہے اور انسان کو مراتب قصویٰ یقین تک پہنچانا چاہتا ہے اس حاجت کو پوری کیا ہے۔ اور عقل کے لئے کئی رفیق مقرر کر کے راستہ یقینِ کامل کا اس پر کھول دیا ہے تا نفس انسان کا کہ جس کی ساری سعادت اور نجات یقینِ کامل پر موقوف ہے اپنی سعادتِ مطلوبہ سے محروم نہ رہے۔ اور ہونا چاہیئے کے نازک اور پُرخطر پل سے کہ عقل نے شکوک اور شبہات کے دریا پر باندھا ہے بہت جلد آگے عبور کر کے ہے کے قصر عالی پر جو دار الامن والاطمینان ہے داخل ہو جائے اور وہ رفیقِ عقل کے جو اس کے یار و مددگار ہیں ہر مقام اور موقعہ میں الگ الگ ہیں۔ لیکن از روئے حصر عقلی کے تین سے زیادہ نہیں۔ اور ان تینوں کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگر حکم عقل کا دنیا کے محسوسات اور مشہودات سے متعلق ہو جو ہر روز دیکھے جاتے یا سُنے جاتے یا سونگھے جاتے یا ٹٹولے جاتے ہیں تو اس وقت رفیق اس کا جو اس کے حکم کو یقینِ کامل تک پہنچا دے مشاہدہ صحیحہ ہے کہ جس کا نام تجربہ ہے۔ اور اگر حکم عقل کا ان حوادث اور واقعات سے متعلق ہو جو مختلف ازمنہ اور امکنہ میں صدور پاتے رہے ہیں۔ یا صدور پاتے ہیں تو اس وقت اس کا ایک اور رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام تواریخ اور اخبار اور خطوط اور مراسلات ہے۔ اور وہ بھی تجربہ کی طرح عقل کی دود آمیز روشنی کو ایسا مصفّا کر دیتا ہے کہ پھر اس میں شک کرنا ایک حمق اور جنون اور سودا ہوتا ہے۔ اور اگر حکم عقل کا ان واقعات سے متعلق ہو جو ماوراء المحسوسات ہیں جن کو ہم نہ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اور نہ کان سے سُن سکتے ہیں اور نہ ہاتھ سے ٹٹول سکتے ہیں۔ اور نہ اس دنیا کی تواریخ سے دریافت کر سکتے ہیں تو اس وقت اس کا ایک تیسرا رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام الہام اور وحی ہے۔ اور قانونِ قدرت بھی یہی چاہتا ہے کہ جیسے پہلے دو مواضع میں عقلِ ناتمام کو دو رفیق میسّر آگئے ہیں۔ تیسرے موضع میں بھی میسّر آیا ہو۔ کیونکہ قوانینِ فطرتیہ میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص جبکہ خدا نے دنیا کے علوم اور فنون میں کہ جن کے نقصان اور سہو اور خطا میں چنداں حرج بھی نہیں انسان کو ناقص رکھنا نہیں چاہا۔ تو اس صورت میں خدا کی نسبت یہ بڑی بدگمانی ہوگی جو ایسا خیال کیا جاوے جو اس نے ان امور کی معرفتِ تامہ کے بارے میں کہ جن پر کامل یقین رکھنا نجاتِ اخروی کی شرط ہے۔ اور جن کی نسبت شک رکھنے سے جہنّم ابدی طیار ہے انسان کو ناقص رکھنا چاہا ہے۔ اور اس کے علمِ اخروی کو صرف ایسے ایسے ناقص خیالات پر ختم کر دیا ہے کہ جن کی محض المظنون پر ہی ساری بنیاد ہے۔ اور ایسا ذریعہ اس کے لئے کوئی بھی مقرر نہیں کیا کہ جو شہادتِ واقعہ دیکر اس کے دل کو یہ تسلی اور تشفی بخشے کہ وہ اصولِ نجات کہ جن کا ہونا عقل بطور قیاس اور اٹکل کے تجویز کرتی ہے وہ حقیقت میں موجود ہی ہیں۔ اور جس ضرورت کو عقل قائم کرتی ہے وہ فرضی ضرورت نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی ضرورت ہے۔ اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ الٰہیات میں یقینِ کامل صرف الہام ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے اور انسان کو اپنی نجات کے لئے یقینِ کامل کی ضرورت ہے۔ اور خود بغیر یقینِ کامل کے ایمان سلامت لے جانا مشکل۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان کو الہام کی ضرورت ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اگرچہ ہر یک الہامِ الٰہی یقین دلانے کے لئے ہی آیا تھا لیکن قرآن شریف نے اس اعلیٰ درجہ یقین کی بنیاد ڈالی کہ بس حد ہی کر دی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے جتنے الہام خدا کی طرف سے نازل ہوئے وہ صرف شہادتِ واقعہ کی ادا کرتے رہے۔ اور ان کی ساری طرز منقولات کی طرز پر تھی اور اسی باعث سے وہ آخر میں بگڑ گئے اور خودغرضوں اور خودپرستوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ لیکن قرآن شریف کی تعلیم نے عقل کا بھی سارا بوجھ آپ ہی اٹھا لیا۔ اور انسان کو ہر یک طرح کی مشکلات سے خلاصی بخشی۔ آپ ہی مخبرِ صادق ہو کر الٰہیات کے واقعات کی خبر دی اور پھر آپ ہی عقلی طور پر اس خبر کو بپایۂ ثبوت پہنچایا۔ جو شخص دیکھے اسے معلوم ہو کہ قرآن شریف میں دو امر کا التزام اوّل سے آخر تک پایا جاتا ہے ایک عقلی وجوہ اور دوسری الہامی شہادت یہ دونوں امر فرقان مجید میں دو بزرگ نہروں کی طرح جاری ہیں جو ایک دوسرے کے محاذی اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ عقلی وجوہ کی جو نہر ہے وہ یہ ظاہر کرتی گئی ہے کہ یہ امر ایسا ہونا چاہیئے۔

جو اس کے مقابل پر الہامی شہادت کی نہر ہے۔ وہ بزرگ اور راستباز مخبر کی طرح ہر دلوں کو تسلی بخشتی گئی ہے کہ واقعہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور طرز فرقانی سے جو طالب حق کو حق کے معلوم کرنے میں آسانی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ پڑھنے والا قرآن مجید کا ساتھ ساتھ دلائل عقلی کو بھی معلوم کرتا جاتا ہے۔ ایسے دلائل کہ جس سے زیادہ تر محکم دلائل کسی دفتر فلسفی میں مرقوم نہیں۔ جیسا کہ ہم اس دعوے کو اسی کتاب کی فصل اول میں ثابت کریں گے۔ اور پھر دوسری طرف الہام الٰہی سے شہادت واقعہ پاکر اعلیٰ درجۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کو مفت ملتا ہے جو دوسرے شخص کو ساری عمر کی مغز خواری اور جان کنی سے بھی نہیں مل سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت اصولِ حقہ کا اور ان سب عقائد کا کہ جن کے علم یقینی پر ہماری نجات موقوف ہے صرف قرآنِ شریف ہے۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔ منہ

(براہین احمدیہ صـ۷۸ تا صـ۸۰ حاشیہ نمبر ۴)

اے مہدئ موعودؑ تیرے نام کے صدقے

(مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

اے مہدئ موعود تیرے نام کے صدقے
صدقے تیرے پیغام کے الہام کے صدقے

جس کام میں تعلیم تیری مدِ نظر ہو
برکت ہے اسی کام میں اس کام کے صدقے

وہ جس نے محبت میں تیری جان فدا کی
اس بندۂ خوش بخت خوش انجام کے صدقے

یہ عہد یہ ایام مبارک ہیں مبارک
اس عہد پہ قربان ان ایام کے صدقے

تبلیغ کا ہے عشق سا ہر پیر و جواں کو
انصار کے صدقے تیرے خدام کے صدقے

محمود تیرا لختِ جگر نورِ نظر ہے
اسلام کے اس بندۂ بے دم کے صدقے

ہے دور تیری بزم میں عرفان کی مے کا
اک جام ادھر بھی تیرے اس جام کے صدقے

توفیق ہمیں خدمتِ اسلام کی بخشی
اس لطف کے قربان اس انعام کے صدقے

تسنیم جہاں مہدئ موعود تھا بستا
اس بستی کے اس گھر کے در و بام کے صدقے

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور

حضرت مسیح موعودؑ کا ہدیۂ عقیدت

لاشكّ انّ محمّداً خير الورىٰ
بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم خیر الوریٰ
ريق الكرام ونخبة الاعيان
برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہیں۔
تمّت عليه صفات كل مزيّة
ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپ کے وجود میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں
ختمت به نعماء كل زمان
اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ کی ذات پر ختم ہیں۔
واللهِ انّ محمّداً كردافة
اللہ کی قسم آنحضرتؐ شاہی دربار کے سب سے اعلیٰ افسر کی طرح ہیں
وبه الوصول بسدّة السلطان
آپ ہی کے ذریعہ سے دربارِ سلطانی میں رسائی ہو سکتی ہے۔
هو فخر كلّ مطهّر ومقدّس
آپ ہر مطہر اور مقدس کا فخر ہیں۔
وبه يباهي عسكر الروحاني
اور روحانی لشکر کو آپ ہی کے وجود پر ناز ہے۔
قد مات عيسىٰ مطرقاً ونبيّنا
عیسیٰ چپ چاپ گذر گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حيّ وربّي انّه وافاني
زندہ ہیں اور بخدا وہ مجھ سے ملے بھی ہیں۔
والله انّي قد رأيت جماله
قسم بخدا میں نے آپ کا جمال
بعيون جسمي قاعداً بمكاني
دیدۂ سر سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے۔
ورأيت في ريعان عمري وجهه
میں نے آغازِ جوانی میں آپ کا چہرہ دیکھا
ثمّ النبيّ بيقظتي لاقاني
پھر آنحضرت بیداری میں بھی مجھ سے ملے۔
انّي لقد اُحييتُ من احيائه
میں آپ کے زندہ کرنے سے زندہ کیا گیا ہوں
واهاً لاعجاز فما احياني
سبحان اللہ کیا ہی اعجاز ہے اور میں بھی کیا خوب زندہ ہوا ہوں
يا ربّ صلّ على نبيّك دائماً
اے میرے رب اپنے اس نبی پر ہمیشہ درود بھیج
في هٰذه الدنيا وبعث ثاني
اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔
يا سيّدي قد جئت بابك لاهفاً
میرے آقا میں سخت غمزدہ ہو کر تیرے دروازہ پر آیا ہوں
والقوم بالاكفار قد آذاني
اور قوم نے مجھے کافر کہہ کر سخت ستایا ہے۔
جسمي يطير اليك من شوق علا
میرا جسم انتہائی بے تابی سے تیری طرف اُڑا چلا جاتا ہے
ياليت كانت قوّة الطيران
اے کاش مجھ میں اُڑنے کی قوت ہوتی۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کوئی نیا دین نہیں لائے بلکہ صرف اسلام اور قرآن کی خدمت کیلئے مبعوث کئے گئے ہیں

ہم وہ سپاہی ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لئے دنیا کے کونے کونے میں مخالفینِ اسلام سے جنگ لڑ رہے ہیں

وفاتِ مسیح اور ختمِ نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا مسلک ہی صحیح اسلامی مسلک ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے آج سے بیس سال قبل بعض زمیندار دوستوں کی خواہش کے پیش نظر جلسہ سالانہ میں احمدیت کی غرض وغایت اور اسکے بعض مخصوص عقائد پر نہایت دلچسپ اور عام فہم رنگ میں ایک تقریر فرمائی تھی جو "یوم مسیح موعود" کی تقریب پر افادہ احباب کے لئے شائع کی جا رہی ہے۔ یہ تقریر حضور کی ۲۷ دسمبر ۱۹۳۸ء کی تقریر کا ایک حصہ ہے۔ جسے میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہوں
خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب دنیا میں آئے اور آپ نے دعوےٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں تو درحقیقت آپ کوئی نئی چیز نہیں لائے تھے۔ یعنی جماعت احمدیہ کے جو مخالف ہیں ان کا یہ دعوےٰ نہیں کہ وہ کوئی نیا مذہب لائے ہیں بلکہ

حقیقت یہ ہے

کہ لوگ قرآن کو بھول چکے تھے۔ اور قرآن بھول جانے کی وجہ سے محبتِ رسول ان کے دلوں میں سرد ہو چکی تھی۔ اسلام کی خدمت کا ان کے دلوں میں کوئی جوش باقی نہیں رہا تھا۔ اور ان کی حالتیں ایسی بدل گئی تھیں کہ وہ دین پر عمل کرنے سے گریز کرتے تھے۔ تب اللہ تعالےٰ نے ان کے ان روحانی امراض کا علاج کرنے کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور فرمانبرداروں میں سے ایک شخص کو چنا۔ اور اسے کہا کہ ہم تمہیں اسلام کی خدمت کے لئے کھڑا کرتے ہیں تم جاؤ اور لوگوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کرو۔ یہ دعوےٰ تھا جو آپ نے کیا اور یہ کام تھا جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے۔ جب آپ نے لوگوں کے سامنے یہ دعوےٰ پیش کیا۔ اور کہا کہ مجھے خدا تعالےٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور میرا نام خدا تعالےٰ نے مسیح موعود رکھا ہے تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ مسیح تو آسمان پر بیٹھا ہے اور وہی دوبارہ دنیا کی اصلاح کے لئے آئے گا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں ابن مریم نازل ہوگا۔ اور وہ حکم عدل ہوگا۔ اور اس ابن مریم سے وہی ابن مریم مراد ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چھ سو سال پہلے دنیا میں آیا ہے۔ پس جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح ابن مریم نے ہی آسمان سے نازل ہونا اور اسی نے اصلاح خلق کا کام کرنا ہے تو تم جو پنجاب میں رہتے ہو اور پنجاب کی ایک بستی قادیان میں پیدا ہوئے ہو کس طرح مسیح موعود ہو سکتے ہو اور جب تم کہتے ہو کہ تم مسیح موعود ہو تو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو تم پاگل ہو اور یا لوگوں کو جان بوجھ کر دھوکہ اور فریب دیتے ہو۔ یہ اعتراض تھا جو لوگوں نے آپ کے دعوےٰ پر کیا۔ آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہوتا۔ تو بے شک تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ اٹھ سکتا تھا۔ کہ جب اس نے دنیا میں ابھی آنا ہے تو اس کی جگہ کوئی اور شخص کس طرح کھڑا ہو گیا۔ یا اگر مسیح ابن مریم کے آنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہوتی اور مسیح کی بھی عزت ہوتی تو مانا جا سکتا تھا کہ خدا نے دونوں رسولوں کی عزت دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے مسیح ابن مریم کو ہی دوبارہ بھیج دیا۔ مگر حق بات یہ ہے کہ ان دونوں میں سے

کوئی بات بھی صحیح نہیں

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے بتایا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی وفات قرآن کریم سے ثابت ہے۔ پس ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے اب ان کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی وہ دوبارہ اس دنیا میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی ایک موٹی دلیل یہ دی کہ سورۃ مائدہ کے آخر میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں مسیح ابن مریم سے دریافت کرونگا۔ کہ تجھ کو اور تیری ماں کو جو دنیا میں خدا بنایا گیا ہے۔ تو کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو خدا مانو اور ہماری پرستش کرو۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ عیسائی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بعض ایسے فرقے بھی تھے جو

حضرت مریم صدیقہ کی خدائی کے قائل تھے

اور عملاً تو رومن کیتھولک والے اب بھی حضرت مریم کی تصویر کے آگے سجدہ کرتے اور ان سے دعائیں کرتے ہیں پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم قیامت کے دن پوچھیں گے کہ کیا تو نے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ اس کا حضرت مسیح علیہ السلام یہ جواب دیں گے کہ الٰہی یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب تک میں ان لوگوں کے درمیان زندہ رہا۔ اس وقت تک تو وہ توحید کے ہی قائل رہے تھے۔ اور انہوں نے ہرگز

شرک کا عقیدہ

اختیار نہیں کیا تھا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ تو پھر میرا لوگوں سے کیا واسطہ رہا۔ پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔ مجھے تو کچھ علم نہیں کہ انہوں نے میرے بعد کیا کیا۔ یہ وہ جواب ہے جو قیامت کے دن حضرت عیسےٰ علیہ السلام خدا تعالےٰ کو دیں گے۔ اور قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے حضرت مرزا صاحب نے اس سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو قیامت کے دن حضرت مسیح جو یہ جواب دیں گے۔ تو یہ سچا جواب ہوگا یا جھوٹا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا نبی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ لیکن تمہارے عقیدہ کے مطابق اگر وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور

دوبارہ دنیا میں آئیں گے

تو لازماً وہ اپنی قوم کے حالات سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ کیونکہ تمہارا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح آکر صلیبوں کو توڑیں گے خنزیروں کو قتل کریں گے اور عیسائیوں کو مجبور کر کے مسلمان بنائیں گے۔ جس سے ظاہر ہے کہ انہیں معلوم ہو جائیگا کہ

عیسائی ان کی خدائی کے قائل ہیں

اب کس طرح ممکن ہے کہ دنیا میں تو آکر وہ تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ جائیں اور ان کی اصلاح بھی کریں۔ مگر خدا کو یہ جواب دیدیں کہ خدایا مجھے تو کچھ معلوم نہیں کہ لوگ کیا کرتے رہے ہیں۔ کیا خدا انہیں نہیں کہے گا کہ بندۂ خدا تو تو چالیس سال دوبارہ دنیا میں رہا۔ تو نے خنزیر قتل کئے۔ تو نے صلیبیں توڑیں۔ تو نے زبردستی ان لوگوں کو مسلمان بنایا۔ مگر آج کہہ رہا ہے کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ لوگ میرے بعد کیا کرتے رہے۔ اور اگر وہ دوبارہ دنیا میں آکر رہیں اور خدا ان سے وہی سوال کرے جو قرآن میں مذکور ہے تو بجائے وہ جواب دینے کے جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدایا! یہ سوال عجیب ہے آپ نے تو خود مجھے دنیا میں بھیجا۔ میں نے وہاں جاکر سؤر مارے۔ صلیبیں توڑیں۔ شرک اور کفر کا استیصال کیا۔ مگر آج بجائے اسکے کہ آپ مجھے انعام دیتے الٹا ناراض ہو رہے ہیں۔ گویا وہی مثال ہوتی کہ

"نیکی برباد گناہ لازم"

میں نے تو دنیا میں اتنی مصیبت اٹھائی کہ دن رات ایک کر کے سؤر مارتا رہا۔ صلیبیں توڑتا رہا۔ عیسائیوں کو مسلمان بناتا رہا۔ اور آج بجائے کوئی انعام دینے کے مجھے ڈانٹا جا رہا ہے۔ کہ کیا تو نے یہ شرک کی تعلیم دی تھی؟ مگر وہ ان جوابوں میں سے کوئی جواب بھی نہیں دیتے۔ وہ اگر کہتے ہیں تو یہ کہ مجھے ان کے گمراہ ہونے کا کوئی پتہ نہیں۔ وہ اگر گمراہ ہوئے ہیں تو میرے بعد ہوئے ہیں۔ میری موجودگی میں نہیں ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف الفاظ آتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد جو کچھ ہوا ہے ہوا ہے میری زندگی میں نہیں ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں یا نہیں؟ یہ ایک ایسی موٹی بات ہے کہ کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ہر عیسائی سے پوچھ معلوم کیا جا سکتا ہے وہ یہی کہیگا کہ حضرت مسیح خدا تھے۔ اب اگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اگر سورۃ مائدہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی تو وہ تو یہ کہہ رہی ہے کہ قیامت کے دن حضرت مسیح یہ کہینگے کہ جو کچھ ہوا میری موت کے بعد ہوا زندگی میں نہیں ہوا۔ اب دو باتوں میں سے

ایک بات ضرور ہے

یا تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں مرے اور نہ عیسائی بگڑے ہیں اور یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ میں فوت ہو چکے ہیں۔ اور عیسائیوں کے عقائد میں بگاڑ ان کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس بات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ان دو باتوں میں سے ایک بات کا فیصلہ کرو۔ تم یہ بتاؤ کہ عیسائی بگڑے ہیں یا نہیں اگر عیسائی نہیں بگڑے اور وہ حق پر ہیں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ تو بقول تمہارے راہ راست پر قائم ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی صورت میں زندہ ہو سکتے ہیں جب عیسائی بگڑے نہ ہوں۔ پس مسلمان اب فیصلہ کر لیں کہ عیسائی بگڑے ہوئے ہیں یا نہیں اگر وہ بگڑے ہوئے نہیں تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خود بھی عیسائی ہو جائیں۔ اور اگر وہ بگڑے ہوئے ہیں اور اگر یہ دکھائی دے رہا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ تو لازماً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ قرآن یہی کہتا ہے کہ عیسائیوں میں یہ خیال کہ حضرت مسیح اور مریم صدیقہ خدا ہیں حضرت عیسیٰ السلام کی وفات کے بعد پیدا ہوا انکی زندگی میں پیدا نہیں ہوا۔ گویا وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو زندہ سمجھتے ہیں۔ انہیں ماننا پڑے گا کہ

عیسائی حق پر ہیں

اور انہیں اسلام سے مرتد ہونا پڑیگا پس ایک مسلمان کے لئے سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں کہ یا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے اور عیسائی ہو جائے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو عیسائی بگڑ ہی نہیں سکتے۔ ان کا بگڑنا حضرت مسیح کی موت کے بعد مقدر ہے۔ یہ ایسی موٹی بات ہے کہ اس میں کسی لمبے چوڑے جھگڑے کی ضرورت ہی نہیں۔ سیدھی سادی بات ہے کہ حضرت مسیح کہتے ہیں اے خدا جب تو نے مجھے وفات دیدی تو اس کے بعد عیسائی بگڑے ہیں پہلے نہیں۔ اب اگر عیسائی بگڑ چکے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور اگر عیسائی نہیں بگڑے تو بے شک کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں مگر اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ بندے مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہیں۔ پھر یہ جو بات تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے یا ذلت۔ اس نقطہ نگاہ سے بھی اگر غور کیا جاتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے بلکہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال

ہی نہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے سے خدا تعالیٰ کی عزت ہوتب بھی ہم ان کے دوبارہ آنے کو تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ تسلیم کرنے میں نہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی ذلت ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس عقیدہ سے بڑھ کر خطرناک اور کوئی عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا تعالےٰ کی عزت کا سوال لو تو سیدھی بات ہے کہ اس عقیدہ کی رو سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ۱۹ سو سال سے خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے کہ کہیں وہ ضائع نہ ہو جائے اور گویا اصلاحِ خلق کا کام رک نہ جائے گویا جس طرح غریب آدمی اپنی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے اسی طرح خدا نے بھی اپنی اس چیز کو خوب حفاظت سے رکھا ہوا ہے۔ آخر

امیر اور غریب میں کیا فرق ہوتا ہے

یہی فرق ہوتا ہے کہ غریب آدمی اگر صبح کی دال بچ جائے تو بیوی سے کہتا ہے اسے سنبھال کر رکھدو رات کو کام آئے گی۔ یا سردیوں میں اگر اسے کوئی گرم کپڑا ملتا ہے تو سردیاں ختم ہونے پر نہایت حفاظت سے گٹھڑی باندھ کر رکھ دیتا ہے یا صندوق میں حفاظت سے اسے بند کرتا ہے کہ اگلی سردیوں میں وہ کپڑے کام آئیں۔ روٹیاں بچ جاتی ہیں تو وہ رکھ لیتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں امیر آدمی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ چند دن کپڑا پہنتا ہے اور پھر یہ خیال کر کے کہ خدا نے جو دان [illegible] کپڑا پہننے کی توفیق دیدی ہے اب غریبوں کا بھی کچھ حق ہے وہ اس کپڑے کو اٹھاتا اور کسی غریب کو دیدیتا ہے۔ کھانا پکتا ہے تو جتنا کھانا آسانی سے کھایا جا سکے وہ کھا لیتا ہے اور باقی نوکروں کو دیدیتا ہے۔ یا ان کی بیگمات ارد گرد کے غریبوں میں تقسیم کر دیتی ہیں۔ وہ ان کپڑوں یا اس کھانے کو سنبھال کر نہیں رکھتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب ضرورت ہوگی ہم نئی چیز تیار کر لیں گے مگر اللہ تعالےٰ جو قادر ہے اور جس کی قدرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب بھی دین کے لئے کسی نئی چیز کی ضرورت ہو وہ اپنی قدرت سے اس نئی چیز کو مہیا کر دے۔ اس کے متعلق

مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں

کہ اس نے انیس سو سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سنبھال کر آسمان پر زندہ رکھا ہوا ہے محض اسلئے کہ اُمت محمدیہ کو جب آخری زمانہ میں دینی لحاظ سے نقصان پہنچا تو میں اس کے ازالہ کے لئے اُسے آسمان سے نازل کروں گا۔ گویا وہی کنگالوں والی بات ہوئی جو صبح کی دال بچا کر شام کے لئے رکھ لیتے ہیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کونسے کارنامے سرانجام دیئے تھے کہ آخری زمانہ میں بھی اُنہی کا بھیجا جانا خدا تعالیٰ کو پسند آیا۔ انہوں نے دنیا میں یہی کام کیا کہ چند روز لوگوں کو تبلیغ کی اور جب یہود نے صلیب پر لٹکانا چاہا تو آسمان پر چلے گئے۔ اس میں انہوں نے کونسی ایسی کامیابی حاصل کی تھی کہ آخری زمانہ میں بھی ان کا نزول ضروری تھا۔ جو شخص آسمان پر چلا گیا اس نے بالفاظِ دیگر دُنیا کو پیٹھ دکھا دی۔ اب وہ شخص جو دنیا کو پیٹھ دکھا چکا ہے اور جس نے اپنے زمانہ کا کام بھی پورا نہیں کیا

وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اُمت کا کیا کام کرے گا اور کس کامیابی کی اس سے توقع رکھی جا سکتی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی شدید ہتک ہے اور اس عقیدہ کو تسلیم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بہت بڑا حرف آتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ نعوذ باللہ خدا قادر نہیں۔ اور ضرورت پر وہ اُمتِ محمدیہ میں سے کسی نئے آدمی کو تیار نہیں کر سکتا۔

پھر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اس سے حرف آتا ہے بلکہ اس کے علم پر بھی حرف آتا ہے کہ وہ شخص جو میدانِ

مقابلہ میں بالکل کام ہی نہ کر سکا۔ اسی کے سپرد امت محمدیہ کی اصلاح کا کام اس نے کر دیا۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہو اور ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سلوک ہو کہ آپ پر خطرناک سے خطرناک مواقع آئے مگر ایک دفعہ بھی خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر نہ اٹھایا۔

حنین کی جنگ میں

جبکہ چار ہزار مشاق تیر انداز آپ پر تیروں کی بارش برسا رہا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے اس وقت صحابہؓ آپ کے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یا رسول اللہ۔ یہاں کھڑے رہنے کا موقع نہیں۔ آپ کی زندگی کے ساتھ اسلام کی زندگی وابستہ ہے۔ آپ کسی محفوظ مقام میں چلیں جب دشمن کے حملہ کا زور ٹوٹ جائے گا تو ہم پھر اسلامی لشکر کو جمع کر کے اس پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ اسی جوش میں آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لیتے ہیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں چھوڑ دو میرے گھوڑے کی باگ کو انا النبی لا کذب میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ خدا اس نبی کو تو موت دے دے اور اسے وفات کے بعد زمین میں دفن ہونے دے مگر حضرت علیہ السلام ابھی صلیب پر بھی نہ چڑھے ہوں کہ خدا آپ کو بچانے کے لئے آسمان پر اٹھا لے۔ اس عقیدہ کو کوئی باغیرت مسلمان برداشت نہیں کر سکتا

اگر کوئی نبی زندہ رکھنے کے

قابل تھا

تو وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔ مگر ان کو تو خدا تعالیٰ بچاتا نہیں اور وہ جان دینے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹ بچا لیتا اور آسمان پر اٹھا لیتا ہے پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابتلا کیا آیا۔ اور اگر آیا تھا تو انہیں چاہیئے تھا کہ اسے برداشت کرتے مگر بجائے اسکے کہ وہ خوشی کے ساتھ اس ابتلا کو برداشت

کرتے جھٹ دعا کرنے لگ گئے یعنی کہ بائیبل میں لکھا ہے۔ انہوں نے ساری رات دعا کرنے میں گذار دی اور وہ بار بار اپنے حواریوں کو جگاتے اور کہتے کہ دعا کیوں نہیں کرتے کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ پس وہ جس نے کہا تھا کہ یہ

موت کا پیالہ

مجھ سے ٹل جائے اسے تو خدا آسمان پر اٹھا لیتا ہے مگر وہ جس نے کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ اسے خدا نے وفات دے دی۔ گویا جس نے مردانہ وار کام کیا تھا اسے تو پنشن دے دی اور جو میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر گھر آ گیا تھا۔ اسے ایکسٹنشن دیدی۔

اب دیکھو کہ اس عقیدہ کو تسلیم کرنے میں نہ خدا کی عزت ہے اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت۔ پھر یہ عقیدہ رکھنے میں حضرت مسیح کی بھی تو کوئی عزت نہیں۔ ہمارے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے بچ گئے تھے۔ مگر دوسرے مسلمانوں کے نزدیک آسمان پر بھاگ گئے تھے۔ اور یہی

ایک نبی کی سب سے بڑی توہین ہے

کہ جو کام اس کے سپرد تھا وہ تو اس نے نہ کیا۔ اور آسمان پر جا بیٹھا۔ پھر خدا نے تو حضرت مسیح کو نبی قرار دیا ہے مگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ آخری زمانہ میں جب وہ نازل ہونگے تو نبی نہیں ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے گویا جسے خدا نے مستقل نبی قرار دیا تھا اسے وہ تابع نبی بنا دیتے ہیں اور اس طرح اس کی ہتک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر تو یہ کہا جاتا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لئے اس کی سزا میں انہیں امتی بنا دیا جائے گا۔ تو گو پھر بھی ایک نبی کی تذلیل ہوتی مگر یہ بات کسی حد تک معقول قرار دی جا سکتی تھی۔ لیکن بغیر کوئی قصور بتائے مولویوں کی طرف سے

یہ مسئلہ پیش کیا جاتا ہے

کہ خدا انہیں مستقل نبی کی بجائے تابع نبی بنا دے گا اور اس طرح وہ اپنے عمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ جو شخص بنی اسرائیل میں ایک

چھوٹے سے فتنہ کا مقابلہ نہ کر سکا وہ امت محمدیہ میں آکر اس دجالی فتنے کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے جس فتنہ سے بڑا فتنہ آج تک دنیا میں کوئی ہوا ہی نہیں پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر سمجھا جائے تو اس میں خدا کی بھی ہتک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی ہتک ہے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ

اس کی مثال ایسی ہی ہے

جیسے کسی کے گھر کا دیا بجھ جائے تو وہ کسی اور کے گھر سے دیا سلائی مانگنے جاتا ہے۔ تاکہ اپنے لیمپ کو روشن کرے۔ وہ امیر لوگ جن کے گھروں میں بجلی کے لیمپ ہوتے ہیں وہ شائد اس امر کو نہ سمجھ سکیں۔ لیکن غرباء اسکو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جب ان کے گھر کا لیمپ بجھ جاتا ہے اور دیا سلائی ان کے پاس نہیں ہوتی تو وہ اپنے کسی ہمسائے یا قریبی کے ہاں جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ذرہ دیا سلائی دینا میں اپنا لیمپ جلا لوں۔ یا انکے گھر میں لیمپ جل رہا ہو۔ تو اس کی بتی سے اپنے لیمپ کی بتی کو روشن کر لیتے ہیں اس مثال کو اپنے سامنے رکھو اور پھر دیکھو کہ مسلمانوں کے اس عقیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک زمانہ

میں اسلام کا چراغ

بجھ جائے گا۔ اور اس بات کی ضرورت ہوگی کہ اس کو روشن کیا جائے محمد رسول اللہ اپنے اردگرد نظر دوڑائیں گے مگر مسلمانوں میں انہیں کہیں روشنی نظر نہیں آئے گی صرف یہودیوں کے گھر میں ایک لیمپ جل رہا ہوگا۔ جسے دیکھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے گھر جائیں گے اور اس لیمپ سے اسلام کے بجھے ہوئے چراغ کو روشن کریں گے بتاؤ کیا اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہے یا آپ کی عزت۔

غرض حیات مسیح کا عقیدہ ایسا خطرناک ہے کہ خدا کی اس میں عزت نہیں۔ رسول کریم کی اس میں عزت نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں عزت نہیں۔ صرف مولویوں کی عزت ہے۔ مگر خدا

اور اس کے رسولوں کے مقابلہ میں ان مولویوں کی عزت کی کیا حقیقت ہے کہ کوئی باغیرت مسلمان اس کا خیال رکھ سکے مگر

ہمارا عقیدہ یہ ہے

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی اصلاح کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی اور اب امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے انہیں ہی امتی بنا کر نہیں بھیجا جائیگا بلکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں سے ایک شخص کو اصلاح خلق کے لئے کھڑا کر دے گا وہ آپ کے نور میں سے نور لے گا۔ اور آپ کی معرفت میں سے معرفت اور اس طرح وہ آپ کا غلام اور خادم بن کر لوگوں کو پھر اسلام پر قائم کرے گا۔ اور آپ کسی موسوی نبی کے شرمندۂ احسان نہیں ہوں گے۔ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن سے یہ مسئلہ آسانی کے ساتھ حل ہو جاتا ہے باقی رہا نبوت کا مسئلہ۔ سو اس کے متعلق بھی مخالف علماء لوگوں کو سخت مغالطہ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ

یہ شرک فی النبوۃ ہے

ان کا مفہوم اس اصطلاح سے یہ ہوتا ہے کہ گویا ہم نے حضرت مرزا صاحب کو نبوت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک بنا لیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی درست نہیں کیونکہ نبوت کو جس رنگ میں وہ پیش کرتے ہیں اس رنگ میں ہم اسے مانتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی نبوت کے مدعی ہیں جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آپ کی نبوت کو شرک فی النبوۃ قرار دیتے ہیں۔ اور چونکہ شرک کا لفظ ایک مسلمان کیلئے ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے بیل کے لئے سرخ چیتھڑا۔ اس لئے شرک فی النبوۃ کے الفاظ سنتے ہی مسلمان کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ دیکھو کتنا بڑا اندھیر ہے کہ احمدی شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ اسے

شرک قرار دیتے ہیں

وہ شرک کی حقیقت سے

بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ شرک ایک تو ظاہری رنگ میں ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی انسان کو یا کسی اور چیز کو سجدہ کر دینا۔ یہ تو بہر صورت منع ہے۔ لیکن باطنی شرک ہمیشہ نسبتی ہوتا ہے۔ اگر جتنی محبت تم خدا سے کرتے ہو۔ اتنی ہی محبت تم کسی نبی سے کرتے ہو تو تم مشرک ہو۔ لیکن اگر محبتوں کے نمبر ہوں۔ کوئی روپیہ جتنی محبت ہو۔ کوئی اٹھنی جتنی محبت ہو کوئی چونی جتنی محبت ہو کوئی دونی جتنی محبت ہو اور کوئی کوڑی جتنی محبت ہو۔ تو اس صورت میں شرک کی تعریف بالکل بدل جائے گی۔ اگر خدا کی محبت تمہارے دل میں دو آنے کے برابر ہے اور تم دو آنے برابر محبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یا کسی اور نبی سے کرتے ہو تو یہ شرک ہوگا لیکن اگر یہ محبت ادھنے کے برابر ہے تو یہ شرک نہیں ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُڑھائی آنے کے برابر محبت ہے اور خدا سے اسے ایک روپیہ کے برابر محبت ہے تو باوجود اس کے کہ یہ محبت پہلے شخص کی محبت سے زیادہ ہوگی پھر بھی یہ شرک نہیں کہلائیگی۔ کیونکہ اگر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت

اس کے دل میں پہلے شخص سے زیادہ ہے تو خدا کی محبت اس سے بھی زیادہ ہے۔ شرک تب ہوتا جب دونوں محبتیں ایک مقام پر ہوتیں۔ مگر جب دونوں ایک مقام پر نہیں تو شرک کس طرح ہوگیا۔

اب یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جو محبت رکھتے ہیں اس کی کسی اور نبی کے ماننے والوں میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اور جو سچے مومن ہوں ان کا دل تو اللہ تعالیٰ اتنا وسیع بنا دیتا ہے کہ ان کی ہمت زمین و آسمان پر حاوی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک موٹی بات دیکھ لو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب ایک ابتلاء کا وقت آیا تو ان کے تمام

حواری بھاگ گئے

بلکہ ایک نے تو آپ پر لعنت ڈالی۔ اور کہا کہ میں نہیں جانتا مسیح کون ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی تکلیف کا وقت نہیں آیا جب کہ صحابہ نے اپنے خون نہ بہا دئے ہوں۔ بدر کی جنگ کا جب وقت آیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کیا اور فرمایا اے لوگو مجھے مشورہ دو کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اس کی ضرورت یہ پیش آئی کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو انصار نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر مدینہ میں اگر کوئی دشمن حملہ کریگا تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن اگر باہر جاکر کسی دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا تو ہم اس بات کے پابند نہیں ہوں گے۔ کہ آپ کی ضرور مدد کریں۔ اس موقعہ پر چونکہ ایک ایسی جنگ تھی۔ جس میں مدینہ سے باہر دشمن کا مقابلہ ہونا تھا اس لئے آپ نے سمجھا کہ ممکن ہے انصار کا اس موقعہ پر اس معاہدہ کی طرف خیال چلا جائے پس آپ نے ان کا ارادہ معلوم کرنے کے لئے فرمایا

اے لوگو مجھے مشورہ دو

اس پر مہاجرین ایک ایک کرکے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ مشورہ کیا آپ چلیں اور جنگ کریں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں مگر جب بھی کوئی مہاجر بیٹھ جاتا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھر فرماتے۔ اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ انصار اس وقت تک خاموش تھے کیونکہ وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ہم نے کہہ دیا کہ ضرور لڑنا چاہیئے تو مہاجرین کہیں یہ خیال نہ کریں کہ یہ لوگ ہمارے بھائیوں اور رشتے داروں کو مروانا چاہتے ہیں۔ پس وہ اس وقت تک خاموش رہے۔ مگر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ لوگو مشورہ دو تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ شاید آپ کی مراد ہم سے ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ شاید آپ کی مراد معاہدہ سے ہے جو ہم نے آپ کی مدینہ کی تشریف آوری کے متعلق کیا تھا آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جس وقت یہ معاہدہ ہوا تھا اس وقت ہم نے آپ کی شان کو پورے طور پر پہچانا نہیں تھا اور غلطی سے یہ معاہدہ کر لیا۔ مگر اس کے بعد جب آپ ہم میں رہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ

آپ کی کیا شان ہے

پس اب اس معاہدے کا کوئی سوال ہی نہیں سامنے سمندر تھا انہوں نے اس سمندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں کہ اس سمندر میں کود جاؤ تو ہم اپنے گھوڑے اس سمندر میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں اور یا رسول اللہ آپ جنگ کا کیا پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے

پھر

ان کی محبت کا یہ حال تھا

کہ جب بدر کے میدان میں پہنچے تو صحابہ نے ایک اونچی جگہ بنا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو وہاں بٹھا دیا۔ اور پھر انہوں ایک دوسرے سے مشورہ کر کے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ تیز رفتار اونٹنی کس کے پاس ہے۔ چنانچہ سب سے زیادہ تیز رفتار اونٹنی سے کر انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب باندھ دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم تمام کے تمام اس جگہ شہید نہ ہو جائیں۔ ہمیں اپنی موت کا تو کوئی غم نہیں یا رسول اللہ ہمیں آپ کا خیال ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہم اگر مر گئے تو

اسلام کو کچھ نقصان نہیں ہوگا

لیکن آپ کے ساتھ اسلام کی زندگی وابستہ ہے پس ضروری ہے کہ ہم آپ کی حفاظت کا سامان کر دیں یا رسول اللہ حضرت ابوبکرؓ کو ہم نے آپ کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا ہے اور یہ ایک نہایت تیز رفتار اونٹنی آپ کے قریب باندھ دی ہے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا وقت آئے کہ ہم ایک ایک کر کے یہاں ڈھیر ہو جائیں تو یا رسول اللہ یہ اونٹنی موجود ہے اس پر سوار ہو جایئے اور مدینہ پہنچ جایئے۔ وہاں ہمارے کچھ اور بھائی موجود ہیں انہیں معلوم نہ تھا نہ جنگ ہونے والی ہے اگر معلوم ہوتا تو وہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوتے آپ ان کے پاس پہنچ جایئے وہ آپ کی حفاظت کریں گے اور دشمن کے شر سے آپ محفوظ رہیں گے۔ یہ کتنی شاندار قربانی ہے جو صحابہؓ نے پیش کی اس کے مقابلہ میں کیا نمونہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پیش کیا اور کون کہہ سکتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی محبت کی گرد کو بھی پہنچ سکتے پس یقیناً

صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ مگر وہ مشرک نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ خدا کی وہ محبت جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دلوں میں قائم کی تھی وہ اس سے بھی بہت اونچی اور بہت بلند تھی۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جتنی محبت خدا سے کی جاتی تھی اتنی ہی محبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کی جائے تو بھی یہ شرک نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی محبت کا معیار اور زیادہ بلند کر دیا اور اسکو اتنا اونچا کر دیا کہ آپ کی محبت بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو جاتی ہے۔ پس آج رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت کرنا جتنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خدا سے کی جاتی تھی شرک نہیں۔ کیونکہ خدا کی محبت آج اور زیادہ بلند ہو چکی ہے لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اتنی محبت کرتا جتنی وہ خدا سے کرتا تھا تو یہ شرک ہوتا۔ جیسے آج کوئی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت کرے جتنی وہ خدا سے کرتا ہے تو یہ شرک ہے۔ یہی حال نبوت کا ہے

ہمارا عقیدہ ہے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہر روز بڑھتا ہے اور کوئی دن آپ پر ایسا نہیں آتا جب آپ پہلے مقام سے اور زیادہ آگے نہیں نکل جاتے۔ چنانچہ میں نے جس وقت یہ تقریر شروع کی تھی اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جس مقام قرب پر فائز تھے میں یقین رکھتا ہوں کہ اس وقت وہ اس مقام سے بہت زیادہ آگے نکل چکے ہیں۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں ترقی نہیں ہوتی اور کوئی وقت ایسا نہیں جب آپ کے مدارج بلند نہیں ہوتے۔ مگر ہمارے مخالف کنوئیں کے مینڈک کی طرح یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ سو سال سے ایک مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ آپ روز بروز درجہ میں بڑھ رہے ہیں اور جب ہر لحظہ آپ کے درجات میں ترقی ہو رہی ہو تو لازماً آپ کا پیرو بھی درجات میں ترقی کرتا جائے گا۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلتا ہوا ان مقامات سے گزرتا جائے گا۔ جن مقامات سے آپ گذر چکے ہیں۔ لیکن آپ کا پیرو نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ کبھی آپ کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ آپ سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کے درجات میں ہر لحظہ ترقی ہو رہی ہے۔ اور

آپ کا متبع اور پیرو جتنا بھی آگے بڑھے گا وہ بہرحال آپ کے پیچھے ہی رہے گا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود نبوت کے مقام پر فائز ہونے کے کبھی آپ کے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ نے یہ مقام آپ ہی کی کامل پیروی سے حاصل کیا ہے۔ یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں بیان فرمایا :۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

یعنی اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو نبی کس طرح ہو گیا میں تو نبی اس لئے ہُوا کہ تو خیر رسل ہے تو جتنا جتنا آگے بڑھتا ہے اتنا اتنا میں بھی بڑھتا چلا جاتا ہوں پس تو آگے ہے اور میں پیچھے۔ مگر مولوی کہتے ہیں کہ یہ شرک فی النبوۃ ہو گیا۔ حالانکہ شرک کس طرح ہو گیا۔ جب کہ تیرے مقام کو میں حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ اور جبکہ میری ترقی تیری ترقی پر منحصر ہے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر روز نہ بلکہ ہر لمحہ اپنے درجہ میں بڑھ رہے ہیں۔ مگر یہ مخالف وہیں ہاتھ مار رہے ہیں اور ان کی مثال ایسی ہے

جیسے کہتے ہیں

کہ کوئی اندھا کسی دعوت میں شریک ہُوا اس کے ساتھ ایک سوجاکھا بیٹھ گیا اندھے نے خیال کیا کہ یہ تو سوجاکھا ہے اور میں اندھا یہ ضرور زیادہ کھا جائے گا۔ چنانچہ اس نے بھی جلدی جلدی لقمے لینے شروع کر دیئے تھوڑی دیر کے بعد اس نے خیال کیا کہ میری یہ حرکت تو اس نے دیکھ لی ہوگی اور ضرور اس نے بھی اس کا کوئی علاج تجویز کر لیا ہو گا۔ چنانچہ یہ خیال آنے پر اس نے ایک ہاتھ سے کھانا شروع کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے چاول اٹھا اٹھا کر اپنی جھولی میں ڈالنے شروع کر دیئے اب دوسرا شخص اس اندھے کی یہ حرکت دیکھ کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا اور بجائے کچھ کھانے کے وہ اس اندھے کی حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ مگر اس اندھے نے سمجھا کہ اس نے ضرور اب کوئی اور تجویز زیادہ کھانے کی سوچ لی ہو گی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے تھالی پر ہاتھ مار کر اسے اٹھا لیا اور کہنے لگا بس

اب میرا ہی حصہ ہے

یہی ان لوگوں کی حالت ہے نہ حقیقت کو سوچتے ہیں نہ اصلیت کو مدنظر رکھتے

ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو کہیں پہنچ گئے اور یہ بیٹھے کہہ رہے ہیں کہ شرک فی النبوۃ ہو گیا شرک فی النبوۃ ہو گیا حالانکہ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے بادشاہ چلتا ہو تو ساتھ ہی پہرہ دار بھی چلنے لگ جاتا ہے جب بادشاہ ٹھہرتا ہے تو پہرہ دار بھی رک جاتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ یہ پہرہ دار کیسا گستاخ ہے ابھی تھوڑی دیر ہوئی جہاں بادشاہ کھڑا تھا وہاں اب یہ بھی کھڑا ہے تو وہ جاہل اور احمق ہی کہلائیگا اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر گھڑی آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کے آگے بڑھنے کی وجہ سے ہی

آپ کے امتیوں کو ترقی حاصل ہوتی ہے

مگر یہ شور مچاتے چلے جاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوئے نبوت سے شرک فی النبوۃ ہو گیا۔ تو ختم نبوت کا مسئلہ کوئی ایسا مشکل نہیں مگر لوگوں نے خواہ مخواہ اس میں الجھن ڈال رکھی ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ اتنا بلند ہے کہ کوئی انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہاں آپ کی فرمانبرداری آپ کی غلامی اور آپ کی کامل اتباع میں اگر کوئی شخص نبوت کا مقام حاصل کر لے تو اس میں آپ کی ہتک نہیں۔ کیونکہ وہ بہرحال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو گا۔ پس یہ مسائل ایسے نہیں کہ جن میں کوئی پیچیدگی ہو۔ سیدھی سادی باتیں لیکن اگر یہ باتیں بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو وہ

ایک موٹی بات دیکھ لے

کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو عزت اور شان و شوکت حاصل ہے یا وہ کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ اگر اسلام اس وقت اسی شان اور اسی شوکت کے ساتھ قائم ہے جس شان اور شوکت کے ساتھ وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قائم تھا۔ تو بیشک علاج کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر یہ دکھائی دے رہا ہو کہ مسلمان قرآن سے بے بہرہ ہیں اس کی تعلیم سے غافل ہیں، بادشاہتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ حکومتیں ضائع ہو گئیں تو ہر شخص اپنے دل میں خود ہی سوچے اور غور کرے کہ خدا نے اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بلند کرنے کا کیا سامان کیا ہے۔ وہ اسلام جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا اس پر حملے پر حملے ہو رہے ہیں مگر مسلمان کہتے ہیں کہ اس کی اصلاح کی

کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ خدا اگر کہے کہ میں کسی کو اصلاح کے لئے بھیجتا ہوں تو یہ مولوی کہنے لگ جاتے ہیں کہ نہ نہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ پس اگر اسلام اچھی حالت میں ہے تو بے شک کہہ دو کہ حضرت مرزا صاحب نعوذباللہ جھوٹے تھے۔ لیکن اگر قرآن کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ چکی ہے۔ اسلام سے وہ غافل ہو گئے ہیں اور عملی حالتوں میں وہ بالکل سست ہو گئے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ آپ سچے تھے اور آپ نے عین وقت پر آ کر اسلام کو دشمنوں کے نرغہ سے بچایا۔ ورنہ اگر اس زمانہ میں بھی اسلام کی مدد کے لئے خدا تعالےٰ نے توجہ نہیں کی تو وہ کب کرے گا۔ آج خود مسلمان کہلانے والے اسلامی تعلیموں پر عمل چھوڑ چکے ہیں اور وہ خدا کا محبوب

جو اولین و آخرین کا سردار ہے

اس پر عیسائی ہیں تو وہ حملے کر رہے ہیں ہندو ہیں تو وہ حملے کر رہے ہیں، سکھ ہیں تو وہ حملے کر رہے ہیں۔ وہ خدا کا رسول جو سارے انسانوں میں سے مقدس ترین انسان ہے جو سید ولد آدم ہے اور جس کی بلند شان تک نہ کوئی پہنچا اور نہ کوئی آئندہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کی عزت کو اس طرح پارہ پارہ کیا جا رہا ہے کہ گویا اس کی کوئی قیمت ہی نہیں یہی وہ حالات تھے جن کو دیکھ کر خدا تعالےٰ کی غیرت بھڑکی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہر اس ہاتھ کو توڑ دیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اٹھا اس زبان کو کاٹ دیا جس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی اور بدگوئی کا ارادہ کیا اور آئندہ بھی ہر وہ ہاتھ توڑ دیا جائیگا جو

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلاف اٹھے گا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذرہ بھر بھی محبت ہے وہ آج نہیں تو کل ہمارے پاس آئے گا ہم سپاہی ہیں

جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی حفاظت کے لئے کھڑے ہیں جس طرح انصار نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہُوا نہ گذرے اسی طرح ہم آپ کے آگے بھی لڑ رہے ہیں اور آپ کے پیچھے بھی لڑ رہے ہیں۔ آپ کے دائیں بھی لڑ رہے ہیں اور آپ کے بائیں بھی لڑ رہے ہیں۔ ہمارے آدمی دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اس لئے پھیلے ہوئے ہیں کہ تا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت

دنیا میں قائم کریں۔ پس وہ لوگ جو ہم پر تیر چلاتے ہیں ہم انہیں کہتے ہیں کہ وہ بے شک تیر چلاتے چلے جائیں ہم ان کے تیروں سے ڈرنے والے نہیں۔ بیشک وہ اس وقت زیادہ ہیں اور ہم تھوڑے ہیں مگر ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر بھی محبت ہے وہ آج نہیں تو کل ہم سے ضرور آ ملے گا اور جو ہم سے نہیں ملتا وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق نہیں کہلا سکتا۔ اس کا دل مردہ ہے اور مردہ کو لے کر ہم نے کیا کرنا ہے۔

تاریخ اسلام کا عظیم ترین واقعہ

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب وہ دنیا میں کوئی بڑا تغیر پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی عظیم الشان مصلح کو مبعوث کر کے اس کے ذریعہ **اصلاح و ارشاد** کا ایک بیج بوتا ہے۔ اور پھر اس مصلح کے بعد بھی اس کے خلفاء کے ذریعہ اس بیج کی پرورش کا انتظام کر کے اسے آہستہ آہستہ پودے سے پیڑ اور پیڑ سے درخت اور درخت سے عظیم الشان درخت بناتا چلا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے کہ جس وقت تک کہ اس کی تقدیر اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ اور اس روحانی مصلح کی جو اس سلسلہ کا بانی ہوتا ہے۔ بعثت کی انتہائی غرض و غایت پوری ہو جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو ایک جلالی شریعت کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے روحانی مصلح مبعوث فرمائے۔ حتی کہ یہ سلسلہ چودہ سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا اور حضرت مسیح ناصری موسوی سلسلہ کے **خاتم الخلفاء** قرار پائے۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ کی بعثت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد اسرائیلی سلسلہ میں سب سے بڑا واقعہ تھا۔ اسی لئے قرآن مجید نے حضرت موسےٰ سے اتر کر جو شان حضرت عیسےٰ کی بیان کی ہے۔ وہ کسی اور اسرائیلی نبی کی بیان نہیں کی

یہی صورت ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مقدر تھی جنہیں خدا تعالیٰ نے ان دونوں سلسلوں کی باہمی مشابہت کے لحاظ سے نہ کہ درجہ کے لحاظ سے حضرت موسیٰ کا مثیل قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا

انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً (سورۃ مزمل)

"یعنی اے لوگو ہم نے تمہاری طرف ایک رسول مبعوث کیا ہے جو تم پر خدا کی طرف سے نگران ہے اسی کے **مشابہ** جس طرح کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا"

پس ضروری تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد ان کی شریعت کی خدمت اور ان کے مشن کی تکمیل کے لئے ایک **مسیحی النفس** انسان کو مبعوث کیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سے قرآنی شریعت کی خدمت اور اسلام کی عالمگیر اشاعت کے لئے ایک **مثیل مسیح** پیدا کیا جاتا جو موسوی سلسلہ کے مقابل پر محمدی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء قرار پاتا اور یہ وہی ہے جو حضرت عیسےٰ کی طرح جو اپنے متبوع حضرت موسےٰ کے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چودہ سو سال بعد **مقدس بانی سلسلہ احمدیہ** کی صورت میں مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ..... کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم۔ (بخاری)

"یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ضرور ضرور ایک مسیح ابن مریم نازل ہوگا وہ تمہارے تمام دینی امور میں حکم عدل بن کر صحیح صحیح فیصلہ کرے گا۔ وہ صلیبی فتنہ کے زور کے وقت آئے گا اور اس فتنہ کو پاش پاش کر دے گا اور تمام خنزیر صفت لوگوں کا خاتمہ کر دیگا۔ مگر یہ سارا کام دلائل اور براہین کے ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت مذہب کے لئے تلوار کی جنگ اور جزیہ کی ضرورت نہیں رہے گی ..... ہاں ہاں اس وقت تمہارے لئے کیسی مبارک گھڑی ہوگی۔ جب یہ مسیح ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور **وہ تمہیں میں سے تمہارا ایک امام ہوگا**"

پھر اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ آنے والا مصلح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا **ظل** بن کر اور حضور سے **فیض یافتہ** ہو کر اصلاح کا کام کرے گا اور اس کا کام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا کام سمجھا جائے گا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (سورہ جمعہ)

"یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے عربوں میں اپنا رسول مبعوث کیا جو انہیں میں سے ہے۔ وہ ان پر خدا کی آیات تلاوت کرتا اور انہیں پاک و صاف کرتا اور انہیں احکام الٰہی اور ان کی حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے اور ایک بعد میں آنے والی قوم بھی ہوگی جو ابھی تک ظاہر ہو کر ان سے نہیں ملی۔ جن کی یہ رسول اپنے ایک ظل کے ذریعہ اسی رنگ میں تربیت فرمائے گا اور وہ غالب اور حکمت والا خدا ہے جو اس قسم کے انتظام پر پوری قدرت رکھتا ہے (اور اگر کہو کہ ایک بعد میں آنے والی قوم کو یہ فضیلت کس طرح حاصل ہوگی تو جانو کہ) یہ اللہ کی دین ہوتی فضیلت ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنی جناب سے فضیلت عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہے"

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ بعد میں آنے والے لوگ کون ہیں؟ جس پر آپ نے اپنے ایک صحابی حضرت سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان زمین سے غائب ہو کر ثریا ستارے تک بھی پہنچ گیا تو ان اہل فارس میں سے ایک شخص اسے پھر زمین پر لا کر قائم کر دے گا۔ (بخاری) اور یہ وہی عظیم الشان مصلح ہے جسے دوسرے الفاظ میں مسیح اور مہدی کا نام دیا گیا ہے۔

اسی لئے دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آنے والے مصلح کی شان اور اس کے کارناموں کی وسعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ (ترمذی)

"یعنی میری امت کی مثال برسات کے موسم کی طرح ہے جس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اس کے شروع کی بارش نتائج کے لحاظ سے زیادہ فائدہ بخش ہوگی یا کہ اس کے آخر کی بارش زیادہ نفع مند ثابت ہوگی"

اس سے نعوذ باللہ یہ مراد نہیں کہ کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا مصلح دکانی طور پر زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے۔ کیونکہ بہرحال جو بھی آیا

(باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۶ پر)

تحریک احمدیت کا آغاز اور اس کا نصب العین!

اسلام کے عروج و اقبال کی عظیم الشان بشارت

مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

تحریک احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا نام ہے۔ الٰہی نوشتوں میں پہلے سے مقدر تھا کہ اسلام کے ذریعہ لمبے عرصہ تک مسلمان عروج حاصل کریں گے لیکن بعد ازاں مرور زمانہ کے باعث جب مسلمانوں کی حالت بدل جائے گی۔ اور وہ گویا اسلام سے بیگانہ ہو جائیں گے۔ دوسرے لفظوں میں اس وقت اسلام کا نام اور قرآن کے لفظ باقی رہ جائیں گے تو اس مردنی کو زندگی سے بدلنے کے لئے "مسیحا" کی ضرورت پیدا ہوگی اور ان مردہ انسانوں میں نفخ روح کے لئے آسمانی فرستادہ کا مبعوث ہونا ضروری ہوگا۔ مسلمانوں کا پہلا عروج بھی خدائی پیشگوئیوں کے مطابق تھا۔ اور ان کا تنزل اور ادبار بھی آسمانی خبروں کے مطابق ہے۔ اور اب ان کی اس زبوں حالت کا بدلا جانا بھی خدائی تقدیر ہے اور اسلام کا پھر دنیا پر غالب آنا بھی ازلی نوشتہ ہے۔

تیرھویں صدی ہجری کا آخری حصہ مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا۔ ان کی حالت دینی اور دنیوی ہر طور پر خستہ تھی۔ تمام ممالک میں بسنے والے کروڑوں مسلمان اپنی بدعملی اور بے دینی کے باعث نہ آسمانوں پر عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور نہ ہی دنیا کی نظر میں ان کی پرکاہ کے برابر وقعت تھی۔ اس حالت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح پیشگوئیاں موجود تھیں۔ ان حالات کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں غیر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کی جرأت باقی نہ رہی تھی۔ وہ غیر مسلموں کے اعتراضات کے سامنے اپنے آپ کو اپنے نئے غلط عقائد کے باعث بے بس پاتے تھے اس وجہ سے علماء کے عام طبقہ نے مخالفین اسلام سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلی۔ حتیٰ کہ کفار کی زبانیں پڑھنا بھی حرام قرار دیدیا اور ان سے ملنا جلنا بھی ناجائز ٹھہرا دیا۔ دوسرا گروہ جو تعلیمیافتہ طبقہ پر مشتمل تھا۔ اس کا رویہ معذرت خواہی کا تھا۔ وہ اصل اسلامی عقائد میں اس طرح تحریف کر رہے تھے کہ گویا نیا اسلام پیش کر رہے تھے یہ سب کچھ مخالفین اسلام کے حملوں سے ڈر کی وجہ سے ہو رہا تھا۔

چونکہ مسلمانوں کے دلوں سے یقین و ایمان اٹھ رہا تھا۔ اسلئے ان کی ظاہری عملی حالت بھی خراب ہو رہی تھی۔ اور قربانی کی روح بھی مٹ رہی تھی۔ اور روحانی زندگی عنقا ہو رہی تھی۔ سیاسی طور پر بھی مسلمان دوسری قوموں کے غلام ہو رہے تھے۔ اور اسلامی سلطنتیں برائے نام باقی تھیں جو دوسروں کے سہارے قائم تھیں۔ اگر یہ درست ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ تو یہ بیان بالکل بجا ہے کہ تیرھویں صدی کے آخر میں مسلمانوں کی حالت بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ حضرت موسےٰؑ کے بعد تیرھویں صدی کے آخر میں یہودیوں کی تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں اخبار اہلحدیث نے صاف طور پر اعتراف کیا تھا کہ:-

"نام کے بنی اسرائیل تو آنکھوں سے اوجھل ہوگئے اور صفحۂ دنیا سے نام غلط کی طرح مٹ گئے۔ مگر آہ! کام کے بنی اسرائیل اب بھی موجود و ترقی پذیر ہیں ہم نے سجادہ نشینی کا فخر حاصل کیا اور عنان اسرائیلی ہاتھ میں لے لی اور اپنا گھوڑا گھوڑدوڑ میں بنی اسرائیل سے بھی آگے بڑھا دیا۔ صادق اور مصدوق فداہ ابی وامی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہماری اس شہسواری اور گوئے سبقت کی پیش بری کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ یقیناً میری امت سے بھی لوگ ہو بہو بنی اسرائیل کی طرح افعال بد میں منہمک ہوں گے حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ماں سے زنا کرنے والے افراد موجود ہوں گے واقعہ یہ ہے کہ آج ہم مدعی اہلحدیث بھی حذو النعل بالنعل بنی اسرائیل کی طرح ہر معاملہ میں مصلحت و دور اندیشی، ضرورت وقتی و پالیسی، زر پرستی کاسہ لیسی خوشامد وچاپلوسی وغیرہ کو معبود برحق سمجھ کر اس کی پوجا کرنے لگے۔"

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱)

مسلمانوں کی اس خستہ حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا تھا ۔؎

خستگان دیں مرا از آسمان طلبیدہ اند
آمدم وقتے کہ دلہا خون زغم گردیدہ اند

قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں کے مطابق ضروری تھا کہ ایسا ہوتا اور عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے فرستادہ ظاہر ہوتا۔ وہ اسلام کی کشتی کا ناخدا اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے نگران ہوتا اور باطل پرست مخالفین اسلام کے حملوں کے دفاع کے لئے خدا کا جری اور پہلوان ہوتا۔ اور اس طرح اس شکستہ سامانی کے عالم میں پھر اسلام کے دوبارہ ابھرنے اور سارے دینوں پر غالب آنے کی بنیاد رکھی جاتی اور اس کا اہتمام کیا جاتا۔ ایمان و یقین سے لبریز دلوں اور قربانی کے مجسمہ افراد کی ایک جماعت قائم کی جاتی۔ جو اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے عزم سے اٹھ کھڑی ہوتی۔ اور اپنا سب کچھ اس راہ میں خرچ کر کے خدائے لایزال کی خوشنودی کو حاصل کرتی۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی مشیت کے مطابق اس نئے آسمان اور اس نئی زمین کے معمار کے طور پر قادیان کی بستی سے دنیوی نظروں سے گمنام وجود یعنی سیدنا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کو انتخاب فرمایا یختص برحمتہ من یشاء اور آج سے اہتر برس پیشتر آپ کے ہاتھوں قتل دجال کے لئے قائم ہونے والی جماعت کی بنیاد "باب لد" (لدھیانہ) میں ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو رکھوا دی۔ آپ نے کامل بے سرو سامانی کے عالم میں ہونے کے باوجود اعلان کر دیا ۔؎

ایک مدت سے کفر اسلام کو کھا تا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

ان دنوں مسیح اور مہدی کا دعوےٰ کرنا کچھ آسان بات نہ تھی عیسائی اور مسلمان بالاتفاق منتظر تھے کہ مسیح آسمان سے اترے گا اور مہدی کفار کو قتل کر کے مسلمانوں کے گھر زر و جواہرات سے بھر دے گا۔ حکومت بھی عیسائیوں کی تھی اور عیسائی پادری اور ہندو پنڈت بڑے زور سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے ایسے وقت میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا یہ دعوےٰ کہ میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی مہدی ہوں دنیا کی نظروں میں بالکل عجیب تھا۔ بالخصوص جب آپ نے فرمایا ۔؎

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

اس دعوےٰ کے ساتھ آپ نے اپنا نصب العین یہ قرار دیا کہ میرے ذریعے سے اسلام دنیا پر غالب آجائے گا۔ اور خدا تعالےٰ کے جلالی نشانوں سے اس کی عظمت کا سکہ تسلیم کر لیا جائے گا۔ توحید قائم ہو جائے گی اور مسیح پرستی اور تثلیث نابود ہو جائے گی۔ آپ نے اپنی ابتدائی کتاب فتح اسلام میں باطل پرستوں کے متعلق اعلان فرما دیا کہ:-

"ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی۔ اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی اور ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست، یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائیگا۔ اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے"۔

(فتح اسلام صفحہ ۱۵-۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ساتھ مذہبی دنیا میں ایک ہلچل پڑ گئی اور طاغوتی طاقتوں نے اس مسیحی آواز کو دبانے کے لئے وہ تمام ذرائع استعمال کئے

جو ابتدائے آفرینش سے باطل اختیار کرتا رہا ہے۔ دہریوں، برہموؤں، آریوں اور عیسائیوں کے علاوہ خود مسلمانوں کے ہر فرقے کے مولوں نے "مسیح موعود" کا مقابلہ کیا۔ مگر وہ خدا کا جری جو کبھی لڑائی لڑتا رہا اور باطل کے تمام اعتراضات کے جواب دیتا رہا اور آسمانی نشانوں سے سب پر حجت قائم کرتا رہا۔ عیسائیت کو بڑا ناز تھا کہ ہماری حکومت ہے اور ہمارے عقائد کو خود مسلمان ایک حد تک مان رہے ہیں۔ اس لئے احمدیت کی یہ تحریک ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی درحقیقت سب سے زیادہ فکر اسی دجال کا تھا جو عیسیٰ پرستی کے نام سے دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکا تھا۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں دنیا کو یہ خوشخبری دی آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے .... میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی۔ اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کر دوں سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھاوے۔ سو اب دونوں مریں گے۔ کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے۔ اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔ اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ۔ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا۔ جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے۔ بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

کتنے پُر یقین یہ الفاظ ہیں اور کس قدر زوردار یہ پیشگوئی ہے۔ اور پھر کتنا ایمان افروز یہ واقعہ ہے کہ خدا کے زبردست ہاتھ نے صلیب پرستی کی طاقتوں کو مضمحل کرنا شروع کر دیا۔ اور جبال عیسائیت احمدیت کے دلائل کے سامنے بیچارہ بن کر رہ گئی۔ اسی طرح اس کی ظاہری شوکت کی چادر بھی سمٹتی جا رہی ہے۔ کتنے علاقے ہیں جو اس بھوت کے چنگل سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اور کتنے ملک ہیں جو جلد یا بدیر اس کشمکش میں کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں؟ کیا دیکھنے والی آنکھیں اور سوچنے والے دل ان حالات سے متاثر نہیں ہوتے؟

احمدیت کے زندہ اور جان بخش دلائل و معجزات نے آریہ مت اور عیسائیت کی یورشوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے آرام کا سانس لینا شروع کر دیا۔ اب وہ گنتی کے جانباز مجاہدوں کی جماعت جو ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ کے مقام پر مرد کامل مسیحائے زمان کے ہاتھ پر بیعت کر کے کفر کے مقابلہ کے لئے نکلی تھی بڑھتی جا رہی تھی اور درد مند مسلمان اور سچائی کے طلبگار ہندو اور عیسائی اور سکھ اس میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ مولوی لوگ اس جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے وہ تمام حربے استعمال کر رہے تھے جو فقیہوں اور فریسیوں نے حضرت مسیح ناصریؑ کے وقت میں استعمال کئے تھے ہر دو گروہ کبھی حکومت کو اکساتے تھے اور کبھی عوام کو بھڑکاتے تھے۔ مگر وہ بھی ناکام رہے تھے اور یہ بھی ناکام ہوئے۔ مولوں نے مایوس مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ امام مہدی تو وہ ہوگا جو مسلمانوں کی سلطنت قائم کرے گا مرزا صاحب تو حکومت سے تعاون کی اسلامی تعلیم دیتے ہیں۔ اس طرح بھلا اسلامی سلطنت بن سکتی ہے؟ خدا تعالیٰ نے اپنے مسیحؑ سے فرمایا:-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔"

اس وحی الٰہی میں دیگر خبروں کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ عنقریب مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوگی اور انہیں قرآنی تعلیمات کو دنیا میں قائم کرنے کا موقعہ ملے گا۔

ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ آخر مسلمانوں کی ایک آزاد سلطنت جو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے منصۂ شہود پر آگئی اور یہ سب کچھ خدائے علیم کی تقدیر کے مطابق ہوا ہے۔ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ اور اب یہ حکومت کشاں کشاں قرآن مجید کی طرف آرہی ہے اور ابھی گذشتہ سال ۲۳ مارچ کو جمہوریہ اسلامیہ قرار پا چکی ہے اور وہ دن دور نہیں جب خداوند تعالیٰ اسی بیج سے اسلام کا ایسا تناور درخت بنا دیگا۔ جس کی شاخیں ساری زمین پر پھیلی ہوئی ہوں گی اور اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذیل کے الفاظ پورے طور پر ظہور پذیر ہوں گے فرمایا:-

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے" (تذکرۃ الشہادتین)

قارئین کرام اوپر کی سطور سے آپ پر واضح ہے کہ تحریک احمدیت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام اور قرآن مجید کی حکومت چپہ چپہ پر قائم ہو جائے۔ توحید غالب ہو جائے اور شرک اور بت پرستی کا خاتمہ ہو۔ اور قرآنی نظام جاری ہو جائے اور مسلمانوں میں روحانی زندگی پیدا ہو دنیا کی مادی حکومتیں اس بلند و بالا نصب العین کے سامنے ہیچ ہیں۔ وہ دین کا اصل مقصد نہیں ہوتیں ہاں بطور فضل اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہ نعمت بھی دیا کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں اسلام دوبارہ اپنی شان و شوکت کو حاصل کرے۔ اور ساری دنیا اس کے روحانی زندگی بخش چشمہ سے سیراب ہو۔ اسی کا نام اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہے اور اسی کا نام تحریک احمدیت ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اٹھو ہم حقیقت کی دنیا بسائیں

اُٹھو بزمِ ہستی کو پھر ہم سجائیں
محبّت کی پُر نور شمعیں جلائیں
ہوس کارِ دُنیا کی رنگیں فضائیں
ہزاروں مصائب ہزاروں بلائیں
زمانے کے رنگیں فسانوں کو چھوڑو
اُٹھو ہم حقیقت کی دنیا بسائیں
حقیقت کی دنیا، محبّت کی دُنیا
وہ دنیا کہ جس پر تصدّق وفائیں
کبھی تھا فضاؤں میں جس سے تعطّر
[illegible]
وہ توحید کا زمزمہ پھر سنائیں
بلاتے رہیں گے بہر حال انہیں ہم
وہ مانیں نہ مانیں وہ آئیں نہ آئیں

(امین اللہ خاں سالک)

جری اللہ فی حلل الانبیاء کا عظیم الشان کارنامہ

اسلام کا دیگر مذاہب پر غلبہ

زندہ مذہب صرف اسلام ہے

(از محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کا وہ مبارک دن تھا جبکہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے جن کے ہاتھ پر روز ازل سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اس کا تمام دیگر ادیان پر عالمگیر غلبہ مقدر تھا۔ بموجب ارشاد الٰہی بیعت لینے کا آغاز کیا اور اس روحانی جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس کی نسبت آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم میں پیشگوئی کی گئی تھی۔

آپ کا عظیم الشان کارنامہ

جب آپ نے خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ فرمایا اس وقت اسلام کس مپرسی کی حالت میں تھا اور اسے چند روز کا مہمان خیال کیا جاتا تھا۔ مولانا حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں اسلام کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور ملت اسلامیہ کی باغ سے تمثیل دے کر فرماتے ہیں ؎

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے رُوکھ جس کے جلانے کے قابل
یہ آواز پیہم وہاں آرہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویران یہی ہے

(مسدس حالی مطبوعہ تاج کمپنی صفحہ ۳۷)

اور نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنی کتاب "اقتراب الساعۃ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا ذکر کرکے لکھتے ہیں:-

"اب اسلام کا صرف نام قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتران کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں اور انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

لیکن حضرت امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور سے دین اسلام جسے اجڑے ہوئے چمن سے تشبیہہ دی جاتی اور جسے باغ ویران قرار دیا جاتا تھا جس کی تروتازگی جاتی رہی ہو۔ جس کے پیڑ پھول پھل دینے کے قابل نہ رہے ہوں۔ ایک سرسبز و شاداب چمن بن گیا۔ اور اس کی خشکی نضارت و تروتازگی سے بدل گئی اور وہی ایک دین زندہ دین ثابت ہوا۔

مخالفین اسلام کو چیلنج

آپ کا یہ دعویٰ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام مذاہب کی اصلاح اور دین اسلام کے تمام دیگر ادیان پر تفوق اور غلبہ ظاہر کرنے کے لئے بھیجا ہے ایسا دعویٰ نہ تھا کہ مذہبی دنیا اس پر خاموش رہتی۔ تمام اہل مذاہب کیا عیسائی۔ کیا ہندو کیا آریہ کیا برہمو سماج اور خاص کر مسلمان علماء نے مخالفت کا ایک طوفان پیدا کر دیا۔ آپ کو ناکام بنانے کے لئے ہر قسم کی تدابیر اختیار کی گئیں۔ منصوبے کئے گئے لیکن آپ نے دنیا میں ایک عظیم الشان مذہبی انقلاب پیدا کر دیا اور تمام مذاہب باطلہ کو مقابل پر بلایا۔ اور براہین نیرہ سے اسلام کو غالب کر دکھایا۔ آپ سلطان القلم ثابت ہوئے جن کے زور قلم نے مخالفین اسلام کے چھکے چھڑا دیئے اور اسلام کی تائید اور مذاہب باطلہ کی تردید ایسے رنگ میں کی کہ مخالفین اسلام حیران ششدر رہ گئے اور اسلام کو پنجۂ اعدا سے چھڑا ایک زندہ اور طاقتور مذہب بنا دیا۔ آپ نے ہی آریہ سماج کے کوبرا کی زہریلی تیز کچلیوں کو توڑا اور پادریوں کے دجل اور مکر و فریب کو پاش پاش کیا۔ آپ کے قلم کی قوت اور حکومت مسلّم تھی۔ آپ ایک شیر خدا ثابت ہوئے۔ آپ جب مخالفین کو مقابلہ پر بلاتے تو ان کے اوسان خطا ہو جاتے اور ہوش و حواس بجا نہ رہتے ان کی ہمتیں پست ہو جاتیں۔ طاقتیں مسلوب ناطقہ بند اور قلمیں ٹوٹ جاتی تھیں۔ آپ نے مخالفین اسلام پر روحانی تلوار آبدار ایسی چلائی کہ ان کے سر یکدفعہ قلم کر دیئے آپ نے تمام مذاہب کو روحانی مقابلہ کی دعوت دی مثلاً آپ نے آئینہ کمالات اسلام میں

ایک اشتہار بنام جملہ پادری صاحبان

و ہندو صاحبان و آریہ صاحبان و سکھ صاحبان و نیچری صاحبان وغیرہ لکھا:-

"چونکہ اس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تعلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں۔ اور اکثر ان کے ہمارے سید و مولا حضرت محمدؐ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے۔ اور قرآن شریف کو ربانی کلام تسلیم نہیں کرتے ...... اور ہر ایک کا دعوےٰ ہے کہ میری راہ خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہے اور مدار نجات اور قبولیت کی فقط یہی راہ ہے۔ بس اور اسی راہ پر قدم مارنے سے خدا تعالےٰ راضی ہوتا ہے اور ایسوں سے ہی وہ پیار کرتا ہے اور ایسوں ہی کی وہ اکثر اور دعلب طور پر باتیں مانتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے تو کچھ فیصلہ نہایت آسان ہے ......

اور خدا تعالےٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پتلا خیال کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہؐ کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ بجز سچے نبی کی پیروی کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ نہیں مل سکتا اور وہ

کلام الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔

اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے۔ اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار کے قریب ہوگی اس کے حوالے کر دوں گا یا جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ ہرگز فرق نہیں کروں گا۔ اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے میں اس کو قبول کروں گا اور ہرگز عذر نہیں کروں گا۔ ...... اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں موجود ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالےٰ کے کام دیکھو اور چاہیئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرو اور اپنی قوم میں معزز شمار کئے جاتے ہوں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو پھر اپنی طرف سے یہ وعدہ کرے کہ میں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کروں گا۔ مجھ سے کسی

نشان کے دیکھنے کی درخواست کرے .... اگر خداتعالےٰ کوئی عجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلاتوقف اسلام کو قبول کرلیویں اور اگر قبول نہ کریں تو دوسرا نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالےٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبا نازل کرے جیسے جذام یا نابینائی یا موت اور اگر یہ دعا منظور نہ ہو تو پھر بھی میں ہر ایک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوں گا "

(مفصل دیکھو آئینہ کمالات اسلام)

پس یہ روحانی تلوار سے مقابلہ تھا جس سے تمام مخالفین اسلام عاجز آ گئے آپ نے ہر مخالف کو مقابل پر بلایا اور ہر میدان میں بلند آہنگی سے آزمائش کے لئے للکارا مگر کسی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

زندہ نبیؐ

علاوہ ازیں آپ نے ان تمام بدعات اور رسوم اور عقائد فاسدہ کا قلع قمع کیا جو ضعف اسلام کا موجب بن رہے تھے اور باغ اسلام کو از سرنو تروتازہ کیا۔ اور ایمان جو دلوں سے ایسے پرواز کر گیا تھا جیسے کبوتر اپنے گھونسلے سے پرواز کر جاتا ہے دوبارہ دلوں کو اس کا آشیاں بنایا۔

مسلمانوں کی نظر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ وقعت اور قدرو منزلت نہ تھی جو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تھی۔ ان کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مردہ تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ ہی مس شیطان سے محفوظ و معصوم تھے۔ مگر سید الاصفیا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہ تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ روح القدس مسیح علیہ السلام سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہ ہوتا تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی کئی دن تک جدا رہتا تھا۔ پھر وہ مسیح علیہ السلام کو حقیقی طور پر محی اموات اور خالق الطیور مانتے تھے اور دو ہزار سال سے بغیر اکل و شرب کے زندہ۔

غرضیکہ مسلمان مسیح علیہ السلام کو ایسی صفات سے متصف مانتے تھے جن کے تسلیم کرنے سے ان کے خدا ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی اور یہی وجہ ہے عیسائیت کا اژدہا اسلام کو کھائے جا رہا تھا۔ مگر آپ نے ان تمام عقائد کو باطل بتلایا اور فرمایا ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر
اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

اور آپ نے مسلمانوں میں رائج عقیدہ کے برعکس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت دنیا پر ظاہر کی اور فرمایا۔ کہ باقی سب نبی مردہ ہیں مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ کیونکہ آپ کا فیضان روحانی قیامت تک جاری ہے آپ فرماتے ہیں ؎

قد مات عیسےٰ مطرقا ونبینا
حیٌّ وربی انہ وافانی

یعنی عیسےٰ علیہ السلام تو چپ چاپ اپنا سر جھکائے وفات پا گئے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور بخدا انہوں نے مجھے اپنی شرف ملاقات سے بھی نوازا ہے۔

اس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقیدہ کی تردید فرمائی جو مسیح کو زندہ نبی مانتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہی ہیں جنہیں یہ فخر بخشا گیا کہ وہ دوبارہ نازل ہو کر تمام جہان کو راہ راست پر لائیں۔ مگر آپؑ فرماتے ہیں کہ وہ تو وفات پا چکے ہیں۔ البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ وجود باجود ہیں جو اپنے روحانی افاضہ اور اثر و تاثیر کے لحاظ سے ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور مسیح علیہ السلام اس لحاظ سے مردہ ہیں کیونکہ ان کی پیروی سے اب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے نہ ان کا دین زندہ ہے۔ نہ ان کی شریعت زندہ ہے اور نہ اب ان کی روحانی تاثیر باقی ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا افاضہ روحانی اور تاثیر قدسی جاری ہے اور بندگان الٰہی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کا دین زندہ۔ آپ کی کتاب زندہ۔ آپ کی شریعت زندہ۔ آپ کا افاضہ روحانی و تاثیر روحانی زندہ ہے اس لئے آپؐ اور صرف آپؐ ہی ہمیشہ کے لئے تقدس کے تخت پر بیٹھنے والے اور زندہ نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفات مسیحؑ اور کسر صلیب

آپؑ نے تیس۳۰ آیات قرآنیہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں پیش کیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صلیب پر سے زندہ اتر آنا انجیل سے ثابت کیا۔ اور ان کی طبعی موت کے معاملہ کو ایسے صاف اور نمایاں طور پر دکھا دیا کہ جس میں شک کی گنجائش نہ رہی۔ آپ نے ان کی قبر کا بھی پتہ بتلا دیا۔ کہ وہ سری نگر محلہ خانیار میں واقع ہے۔

اور ضروری تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ کیونکہ آپ کے آقائے نامدار دولت مدار حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بتلایا تھا۔ جیسے مسیح ناصریؑ کی قبر کا صحیح پتہ نہ تھا۔ ویسے ہی حضرت موسیٰؑ کی قبر بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ جیسا کہ اب تک بائیبل میں لکھا ہوا موجود ہے۔ ملاحظہ ہو استثناء باب ۳۴ آیت ۵ تا ۷۔

" سو خداوند کا بندہ موسیٰ خدا کے حکم سے موآب کی سرزمین میں مر گیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل میں گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا اور موسیٰؑ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا "

مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی قبر کا نشان دیا جیسا کہ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے دعا کی۔

" رب ادننی من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لو انی عندہ لاریتکم قبرہ الی جنب الطریق عند الکثیب الاحمر متفق علیہ " (مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۰۸)

اے میرے رب مجھے ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر قریب کر دے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی قسم کہ اگر میں وہاں ہوتا تو میں تمہیں ضرور ان کی قبر دکھا دیتا۔ وہ قبر سرخ ٹیلے کے قریب راستے کے پہلو میں ہے۔

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مطابق آیت کما ارسلنا الی فرعون رسولا مثیل موسیٰؑ تھے آپؐ نے اپنے مثیل کی قبر کا پتہ بتایا مگر منکرین انکار پر مصر رہے جیسا کہ بائیبل کی مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مثیل مسیح عیسےٰ علیہ السلام کی قبر کا پتہ دیا مگر مخالفین نے ضد و تعصب سے انکار کر دیا۔

یہاں اس فرق کا بیان کر دینا ضروری ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات لوگ پہلے سے مانتے تھے۔ مگر حضرت عیسےٰؑ کی وفات کے اکثر لوگ قائل نہ تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات از روئے قرآن مجید و احادیث ثابت کی پھر ان کی قبر کا ثبوت دیا بائیبل کی مذکورۃ الصدر آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی عمر بھی ایک سو بیس سال کی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کے مثیل تھے تو پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر سے اپنی نصف عمر بتانے کی بجائے اپنی مرض الموت میں یہ کیوں فرمایا۔

" اخبرنی عیسےٰ ابن مریم عاش مائۃ وعشرین سنۃ ولا ارانی الا ذاھبا علےٰ راس ستین رواہ الحاکم فی المستدرک عن عائشۃ والطبرانی عن فاطمۃ "

(حجج الکرامہ ۴۲۸)

کہ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس برس عمر پائی۔ اور میں نہیں خیال کرتا مگر یہی کہ میری عمر ساٹھ برس ہو گی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں یہی حکمت مضمر تھی کہ آپ کے مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق تو کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہونا تھا۔ مگر آپ کے خلیفہ مسیح محمدی کے مثیل حضرت عیسےٰؑ کی وفات کے متعلق جھگڑا ہونے والا تھا۔ اس لئے آپؐ نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ صادر فرما دیا۔ کہ جس طرح میں ساٹھ برس کی عمر میں وفات پاؤں گا اسی طرح مسیح علیہ السلام بھی مجھ سے دوگنی ایک سو بیس برس کی عمر پاکر وفات پا چکا ہے اور آپ نے مرض الموت میں یہ فرمایا تاکہ یہ بات آپ کی طرف سے بطور وصیت سمجھی جائے۔ کیونکہ آخری زمانہ میں حضرت عیسےٰؑ کی وفات پر اسلام کی فتح اور عیسائیت کی شکست موقوف تھی۔ مگر آپ نے ان کی قبر کا نشان نہ بتلایا۔ کیونکہ یہ اس کے مثیل کا کام تھا۔ سو الحمد للہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ان کی قبر کی جگہ بتا دی اور جو چیز مدتوں سے مخفی چلی آتی تھی آپ کے ذریعہ ہویدا ہو گئی

دو ہزار برس کا عرصہ

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات پر قریباً دو ہزار برس کا عرصہ گذرنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی قبر کا نشان بتایا

حضرت عیسٰے علیہ السلام اس بارے میں خاموش رہے۔ اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کے قریباً دو ہزار برس بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی قبر کا مقام بتلایا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس بارے میں خاموش رہے۔

پس ایسے اتفاقات کا جمع ہو جانا کسی انسان کے ارادے یا اختیار سے نہیں بلکہ اس احکم الحاکمین کے ارادہ سے ہے جو عالم الغیب اور مخفی در مخفی رازوں سے واقف ہے فتفکر و تشکر۔

علماء اسلام اور مسیح موعود علیہ السلام

پھر آپ نے قرآن مجید کے رموز مخفیہ اور نئے نئے معارف و نکات اور حقائق اور دقائق بیان کئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ سب سے پہلے بر طبق آیت وتجعلون رزقکم انکم تکذبون مسلمانوں نے ہی اس نعمت کی ناشکری کی اور جیسا کہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث میں اشارات پائے جاتے تھے اور جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ میں لکھا تھا کہ جب مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو ان پر علماء کفر کا فتویٰ دیں گے۔ اور دین کو خراب کرنے والا قرار دیں گے اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحؒ نے مکتوبات میں لکھا تھا کہ:-

"علماء ظواہر حضرت عیسےٰ ؑ کے اجتہادی مسائل کے غوامض اور باریک اور دقیق ماخذ ہونے کی وجہ ان کا انکار کریں گے اور مخالف کتاب و سنت جانیں گے"

علماء نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کو نعوذ باللہ کافر اور ضال اور دجال وغیرہ القاب سے یاد کیا۔ مگر آپ نے علماء کے مقابلہ میں قرآن مجید اور احادیث اور تازہ نشانات تائید الٰہی کے اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے پیش کئے۔ اور تمام لیڈران مذاہب کو مقابلہ کے لئے دعوت دیتے ہوئے اعلان فرمایا:-

"میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں میرا کوئی ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں"

(اربعین ۲)

الغرض آپ نے اسلام کو ایک زندہ مذہب اور قرآن مجید کو ایک زندہ کتاب اور نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی ثابت کر دیا اور فرمایا کہ میں یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالےٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں۔ اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں۔

"بلکہ یہ بھی کہ جو شخص دل پاک کر کے اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھ کر میری پیروی کرے گا۔ وہ بھی خدا تعالےٰ سے یہ نعمت پائے گا۔ مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کے لئے یہ دروازہ بند ہے اور اگر دروازہ بند نہیں ہے تو کوئی آسمانی نشانوں میں مجھ سے مقابلہ کرے اور یاد رکھیں کہ ہرگز نہیں کر سکیں گے پس یہ اسلامی حقیقت اور میری حقانیت کی زندہ دلیل ہے"

چنانچہ تمام مخالفین نے اپنی خاموشی سے اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی صداقت پر مہر لگا دی پس مبارک ہیں وہ جو صداقت کے ظاہر ہو جانے پر اُسے قبول کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بامراد اور اپنے خالق کی رضا کے وارث ہوں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

درخواست دعا

مکرم حافظ ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب آف بورنیو کو اب پہلے سے کافی آرام ہے۔ تاہم ابھی تک اعصابی کمزوری اور بے چینی کی کسی قدر تکلیف باقی ہے جس کا کاروبار پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب سلسلہ کے نہایت مخلص انتھک اور پُرجوش خادم ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں کامل صحت عطا فرمائے ان کی جملہ پریشانیاں دور کرے اور خدمت سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

اے دیارِ حبیب کی گلیو!

(۱)

پھر بہار آئی پھول پھولیں گے — ڈالی ڈالی پہ ڈال کر جھولے
غم سے مرجھا گئی ہو جس کی کلی — ہائے وہ دل خوشی سے کیا پھولے
اے دیارِ حبیب کی گلیو! — ہم تمہیں آج تک نہیں بھولے

کاش اس موسمِ بہار میں ہی
دیدۂ منتظر تمہیں چھو لے

(۲)

یہ جو اک عید آنے والی ہے — کاش اپنی بھی عید ہو جائے
راحتِ جاں قریب ہو اپنے — سوزِ فرقت بعید ہو جائے
پھر دیارِ حبیب میں جائیں — اس کی گلیوں کی دید ہو جائے
در و دیوارِ یار کو دیکھیں — ان سے گفت و شنید ہو جائے

یہ بھی ہو اور شانِ لاتثریب
ہو سکے تو مزید ہو جائے

(۳)

مژدۂ جانفزا سنایا ہے — عرش سے ربط رکھنے والوں نے
کوچۂ یار کے بنا ڈالے — کتنے خاکے مرے خیالوں نے
اے دیارِ حبیب کی گلیو! — تم میں آنا ہے آنے والوں نے
تیرگی کو شکست دینی ہے — بیکراں صبح کے اجالوں نے

منزلیں مل گئی ہیں آہوں کو
راستے پا لئے ہیں نالوں نے

عبد المنان ناہید

تاریخ اسلام کا عظیم ترین واقعہ (بقیہ صفحہ ۱۰)

کے بعد آئے گا وہ آپ ہی کا شاگرد اور آپ ہی سے فیض یافتہ اور آپ ہی کے شجرۂ طیبہ کی شاخ ہوگا اور اس کا کام آپ ہی کی روحانی توجہ اور آپ ہی کی مقناطیسی تاثیرات کا نتیجہ ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود ایسے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ جبکہ میل ملاقات کے لحاظ سے دنیا ایک قوم کے رنگ میں آچکی ہوگی اور آمد و رفت کے ذرائع نہایت وسیع ہو چکے ہوں گے اور پریس کی ایجاد کی وجہ سے لٹریچر کی اشاعت بھی بے حد آسان ہو چکی ہوگی اور اسلام کے خلاف دوسری قوموں کے تمام اعتراضات بھی نمایاں ہو کر دنیا کے سامنے آجائیں گے اس لئے لازماً اس کے زمانہ میں تبلیغ کا کام اور تبلیغ کے ذرائع بے حد وسیع ہو جائیں گے۔ اس لئے اس وقت دینی علوم کی بارش جو دراصل رسول پاکؐ (فداہ نفسی) ہی کی مبارک بارش کا آخری حصہ ہے بہت وسیع ہو کر دنیا پر گرے گی اور غلبۂ اسلام کا دوسرا شاندار دور شروع ہو جائے گا۔ اسی لئے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے متعلق جو قرآنی آیت نازل ہوئی ہے اسے بہت سے مفسرین نے مسیح موعود کے زمانہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

هو الّذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه۔ (سورۃ صف)

”یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اپنا رسول کامل ہدایت اور حق و صداقت کے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کر دے گا“

اس آیت کے متعلق کثیر التعداد مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ اس کا ظہور مسیح موعودؑ کے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ مذاہب کے عالمگیر ٹکراؤ کے نتیجہ میں اسلام کا جھنڈا سارے دوسرے جھنڈوں کو سرنگوں کر کے انشاء اللہ آسمان سے باتیں کرے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کی تکمیل کے پہلے قدم کے طور پر جماعت احمدیہ کے مبلغ ساری آزاد دنیا میں پھیل کر اسلام کا بول بالا کرنے میں دن رات مصروف ہیں ان کے لئے روحانی گولا بارود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عدیم المثال لٹریچر کے ذریعہ تیار کیا اور اب آپ کی ربّانی فوج کے سپاہی اس گولہ بارود کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں بمباری کر رہے ہیں اور خدا کے فضل سے وہ وقت دور نہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ پورے ہو کر رہیں گے کہ:۔

”اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا کہ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا...... اور حجّت اور برہان کی کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا اور دنیا میں ایک ہی مذہب (اسلام) ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے“ (تذکرۃ الشہادتین)

پھر فرماتے ہیں اور کس عظیم الشان یقین کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

”خدا تعالے نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبّت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا..... اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“ (تجلیات الٰہیہ)

پس لاریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے بعد تاریخ اسلام کا عظیم ترین واقعہ ہے۔ دنیا اس وقت اس کی قدر کو نہیں پہچانتی اور خدائی سنّت (یا حسرۃً علی العباد) کے مطابق اسے جھٹلانے اور اس پر ہنسی ٹھٹھا کرنے پر تلی ہوئی ہے جیسا کہ ہر روحانی مصلح کے زمانہ میں ہوتا چلا آیا ہے مگر ایک وقت آئے گا اور خدا کے فضل سے جلد آئے گا کہ وہ آہیں بھرتی ہوئی اس کی قدر کو پہچانے گی اور اس وقت خدا کے سچے مسیح کا یہ قول پورا ہوگا کہ:۔

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

اسلام اور احمدیت کا ایک ادنیٰ خادم
خاکسار مرزا بشیر احمد
ربوہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۸ء

بعثتِ مسیح موعودؑ سے قبل اور بعد

از مکرم اختر صاحب گوبند پوری

اسلام کا مہتاب تھا تاریک فضا میں
ہر ایک طرف چھائے تھے شب فام اندھیرے
بے نور تھیں ملّت کی پریشان نگاہیں
ظلمات بہ آغوش تھے ملّت کے بسیرے

اک مہرِ جہاں تاب کی خوش رنگ تجلّی
لہرا کے اٹھی رفعتِ عالم کے افق پر
انوارِ بصیرت کی ضیا بار نگاہیں
لے آئیں ہر اک ذہن کو پاکیزہ سبق پر

اک رہبرِ پُر نور غلام احمدؑ تاباں
ایوانِ جہاں جس سے ہے تابندہ ابھی تک
ہے قطرۂ کم مایہ بھی موتی کے مقابل
ہے ذرّۂ ناچیز بھی رخشندہ ابھی تک

ملّت کو نئی راہ پہ لایا ہے یہ ہادی
گمراہ جو تھے اُن کو ملی منزلِ مقصد
اِس دَور میں ہر فرد ہے سرشارِ اُسی سے
اس دور میں ہے اُس کے کرم کی بھی کوئی حد

دیکھا ہے حقیقت کی نظر نے اُسے اختر
انسان کے انداز میں وہ نورِ خدا تھا

آخری زمانہ میں "مقام ابراہیم" کی تجلّی اور اس کا عملی ظہور

بعثت مسیح موعود — اور — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقوال

از مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم۔ اے

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ خانہ کعبہ کے متعلق فرماتا ہے۔

فیہ اٰیات بیّنٰت مقام ابراھیم

(آل عمران ع ۱۰)

یعنے خانہ کعبہ میں کئی روشن نشانات ہیں جو مقام ابراہیم کی صورت میں ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی

(البقرہ ع ۱۵)

کہ ابراہیم کے مقام کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ۔

قرآن کریم کا جیسا کہ ایک ظاہر ہے اسی طرح اس کا باطن بھی ہے بلکہ کئی باطن ہیں۔ ان آیات کے ظاہری معنے تو واضح ہیں۔ خانہ کعبہ میں ایک خاص جگہ مقام ابراہیم شعائر اللہ میں سے بہت ہی اہمیت رکھنے والا مقام ہے۔ اور تمام حجاج وہاں کھڑے ہوکر نوافل ادا کرتے ہیں باطنی طور پر ان آیات کے یہ معنے ہیں کہ خانہ کعبہ کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے کئی روشن نشانات کو متعلق کیا ہوا ہے۔ اور وہ روشن نشانات مقام ابراہیم کی شکل میں ظاہر ہوتے رہیں گے مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب بھی دنیا میں مقام ابراہیم والی تجلی ظاہر ہو۔ تو فوراً اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول ہوکر مقام قرب حاصل کریں۔ کیونکہ ایسے عظیم الشان مواقع روز روز نہیں آیا کرتے۔

مقام ابراہیم کی وضاحت

اب مقام ابراہیم کی وضاحت کے لئے ہم پھر قرآن کریم کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذرّیتی قال لا ینال عھدی الظّٰلمین

(البقرہ ع ۱۵)

یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب ابراہیم کو اس کے رب نے بعض باتوں کے ذریعہ آزمایا اور اس نے ان کو پورا کر دکھایا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میں تجھے یقیناً لوگوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں ابراہیم نے کہا کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنائیو تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہاں مگر میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچیگا

ان آیات سے ظاہر ہے کہ وہ مقام جس پہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھڑا کیا تھا وہ منصب نبوت ہے اور یہ منصب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ جاری رہے گا۔ سوائے ان کے جو ظالم ہوجائینگے مثلاً یہود و نصاری وغیرہ اسی منصب نبوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ خانہ کعبہ کے متعلق فرماتا ہے کہ فیہ اٰیات بیّنٰت مقام ابراھیم۔ اس کعبہ کے ساتھ کئی روشن نشانوں کا تعلق ہے۔ آگے اس کا بدل واحد کے صیغہ میں رکھا ہے مقام ابراہیم یعنی وہ روشن نشانات مقام ابراہیم کی صورت میں ہیں یعنی منصب نبوت جو روشن نشانات کا مجموعہ اور جامع ہے

پس ان آیات میں وعدہ دیا گیا ہے کہ اسلام میں نبوت جاری رہے گی اور اللہ تعالےٰ نبی بھیج کر روشن نشانات ظاہر کرتا رہے گا۔ لیکن ایسے تمام انبیاء خانہ کعبہ کے دین میں باہر سے نہیں آئینگے بلکہ (فیہ) اس کے اندر سے پیدا ہوں گے۔ ذریت ابراہیم کو اللہ تعالےٰ قیامت تک مقام نبوت سے نوازتا چلا جائے گا سوائے اس حصہ کے جو ظالم ہوجائیگا اسی لئے امت محمدیہ کو ہر نماز میں یہ دعا سکھلائی گئی کہ دعا کرو کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم۔ اے خدا جس طرح تو نے روحانی فیضان نبوت آل ابراہیم میں جاری کیا تھا اسی طرح اس روحانی فیضان کو آل محمد میں بھی جاری رکھ۔

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دعوے کیا ہے کہ آپ کے کامل متبعین منصب نبوت کو حاصل کرسکتے ہیں چنانچہ اپنے ایک فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر آپ نے فرمایا کہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی بنتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ فرزند جن کا نام ابراہیم تھا ابن مریم بھی تھے اور وہ اس طرح کہ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ماریۃ تھا اور ماریۃ قبطی زبان میں مریم کو ہی کہتے ہیں اور اسی لفظ کو انگریزی میں Mary کہتے ہیں۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک بیٹے "ابراہیم اور ابن مریم" کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو میری روحانی تربیت سے منصب نبوت پر سرفراز کیا جاتا۔

مقام ابراہیم کا عملی ظہور

ایک عیسائی یا یہودی کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ایک نعوذ باللہ باطل دعوے کیا ہے اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ آپ کی روحانی تربیت سے آپ کا بیٹا ابراہیم اور "ابن مریم" نبی بن جاتا؟ سو الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس دعوٰے کو بغیر ثبوت کے نہ رہنے دیا۔ اور اسی طرح اپنے اس وعدہ کو بھی بغیر پورا کئے نہ چھوڑا کہ اس امت میں "مقام ابراہیم" جاری رہے گا۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی تربیت سے آپ کے ایک روحانی فرزند کو آپ کے وفات پانے والے بیٹے کے دونوں نام دے کر مقام نبوت پر کھڑا کر دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند کو اللہ تعالےٰ نے ابراہیم بھی قرار دیا۔ ابن مریم بھی کہا اور نبی بھی۔ چنانچہ اسے مخاطب کرکے فرمایا۔

قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مومنین سلام علی ابراھیم صافیناہ ونجّیناہ من الغم۔ تفرّدنا بذالک فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی۔

(تذکرہ نیا ایڈیشن ص ۱۱۳)

(ترجمہ) کہہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔ ابراہیم پر سلام۔ ہم نے اسکو خالص کیا اور غم سے نجات دی۔ ہم نے ہی یہ کام کیا۔ سو تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو یعنی رسول کریم کا طریق حقہ کو جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہوگیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کریں اور اس پر چلیں

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۵۹ تا ۵۶۲)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام میں بھی "فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی" کے الفاظ آئے ہیں اس سے بھی یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم کی آیت کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ کرامت محمدیہ میں جب بھی مقام ابراہیم کی تجلی ظاہر ہو تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس ابراہیم وقت کے نقش قدم پر چلیں۔

ابن مریم کا لقب اور اس کی اہمیت

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند کو اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی میں "ابن مریم" کے لقب سے بھی پکارا اور فرمایا ہے

الحمد للہ الّذی جعلک
المسیح بن مریم

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا

اسی طرح وحی الٰہی میں حضور علیہ السلام کو رسول اور نبی کے نام سے بھی پکارا گیا۔ چنانچہ فرمایا:

"قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقل یاایّھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً"

(تذکرہ نیا ایڈیشن ص ۳۶۰)

(ترجمہ) کہہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ اور کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا تعالےٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

اسی طرح آپ کو الہام ہوا۔
"یاایّھا النبیّ اطعموا الجائع والمعتر"

(تذکرہ نیا ایڈیشن ص ۴۲۲)

(ترجمہ) اے نبی! بھوکوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔ پس دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ میرا بیٹا ابراہیم (جو ابن مریم بھی تھا بوجہ ام المومنین ماریہ قبطیہؓ (مریم) کے بطن سے ہونے کے) اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا کس شان سے درست اور سچا قول ثابت ہوتا ہے تیرہ سو سال کے بعد اسلام کے شدید ضعف کے زمانے میں اللہ تعالےٰ نے آپ کے وفات پانے والے بیٹے ابراہیم اور "ابن مریم" کے بدلے میں آپ کو ایک روحانی فرزند ابراہیم اور ابن مریم کے نام پانے والا دیا اور اسے نبی بنایا۔ اور دشمنوں کے زور اور حملوں سے اس کی نبوت کو کامیاب کر دیا۔ اب کسی مخالف یہودی عیسائی یا ہندو کی جرأت نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر نکتہ چینی کر سکے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیم ہیں اور ابن مریم ہیں۔ بوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عیسٰی علیہ السلام کے مثیل ہونے کے اسی طرح آپ ابراہیم اور ابن مریم ہیں بوجہ نبی ہونے کے کیونکہ قرآن کریم میں مقام ابراہیم یعنی منصب نبوت کو امت محمدیہ میں جاری قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سورہ تحریم میں مریمی مرتبہ کو صدیقیت اور عیسوی مرتبہ کو مرتبہ نبوت قرار دے کر یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ اس امت میں ایک شخص صدیقیت سے مقام نبوت کی طرف منتقل کیا جائے گا اور اس طرح بھی ابن مریم کہلائے گا۔

اور پھر حضور علیہ السلام ابراہیم اور ابن مریم ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرزند ابراہیم اور "ابن مریمؑ" کے مثیل ہونے کے لحاظ سے جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

لو کان موسٰی وعیسٰی حیّین
لما وسعھما الا اتباعی

کہ اگر موسیٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو میرے امتی ہوتے۔

اس قول پر بھی دشمن اعتراض کر سکتا تھا کہ یہ قول باطل ہے۔ اس قول کو بھی اللہ تعالےٰ نے سچا کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس روحانی فرزند کو عیسےٰ اور موسیٰؑ کے نام سے پکار کر پھر اسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام قرار دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہامی شعر ہے ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزّمان ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس غلام نے نہ صرف مسیح ابن مریم اور موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ مسیح ابن مریم علیہ السلام پر کھلم کھلا اپنی فضیلت کا دعویٰ فرمایا۔ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(باقی)

مثنوی درشانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(مکرم فضل الرحمٰن صاحب بسمل بی اے بی ٹی)

باسمِ اللہ کنم آغاز تحریر ‌ ‌ خدا دارد نگاہ از حرفِ تقصیر

مرا باید ثنائے شاہِ یزداں ‌ ‌ جنابِ مہدیٔ موعودِ دوراں

کہ آمد حسب فرمانِ خداوند ‌ ‌ سلام اورا نبیٔ حق فرست

مثالِ ماہِ کامل جلوہ بنمود ‌ ‌ برائے ایں عیدی احمد چوں فر

کہ شاہد آسمان است و زمین است ‌ ‌ ہمین است و ہمین است و ہمین اس

ہمیں موعود مسعود است مہدی ‌ ‌ ہمیں عیسیٰ جہاں راہست ہادی

ہمہ عالم گرفتہ بود راہے ‌ ‌ کہ شیطاں ہم ازو جستے پناہے

زبحرِ ظلمت و عصیاں رہانید ‌ ‌ ضعیفاں را حیاتِ تازہ بخشید

درِ تعلیم و عرفاں را کشودے ‌ ‌ رہِ وصلِ الٰہ راہم نمودے

چلیپا را شکست و کُشت خنزیر ‌ ‌ بہر سو دعوتِ حق را فگند تیر

ہمہ دیں ہائے باطل کرد بے سود ‌ ‌ غرض آں کرد ہرچہ بود مقصود

بنائے سلسلہ مضبوط کردے ‌ ‌ میانِ بندہ و مولا یکسے

فقط اسلام راہِ مستقیم است ‌ ‌ جنابِ لم یزل ربِ عظیم است

مرا حیرت فزوں گردد کہ منکر ‌ ‌ چگونہ رو کند احکام داور

رہِ پیغمبراں باز است گیرم ‌ ‌ چگونہ خواہد آمد ابنِ مریمؑ

بآیات و نصوصِ پاک قرآں ‌ ‌ چناں مرگِ مسیحا کرد عریاں

کہ منکر را بجز درماندگی ہا ‌ ‌ نہ ماندے چارہ کرد آغاز جُوہا

مسیحِ پاکؑ را انکار کردند ‌ ‌ مثالِ سلف شاں محروم گشتند

خدائے پاک حسبِ سنّتِ خود ‌ ‌ برو دادے جماعت آنچناں شد

ندیدار نبی فیضان بُردند ‌ ‌ مقدم دین بر دنیائے کردند

مرا بسمل سعادت ایں تمام است
کہ دل دربندِ آں حضرت مدام است

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دس عظیم الشان نشان

از مکرم چوہدری محمد شریف صاحب فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ

اللہ تعالیٰ کی سُنّت

ہر ایک مُرسل جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرماتا ہے اُسے اپنے کچھ ایسے نشانات بھی عطا فرماتا ہے جن سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ درحقیقت یہ مرسل خدا تعالیٰ کا ہی مبعوث کیا ہوا ہے۔ اور اسی ذات پاک نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرے۔ اور وہ مرسل کوئی دھوکہ خوردہ انسان، یا دھوکہ دینے والا انسان نہیں۔ بلکہ خدا کے حکم سے بولتا اور اس کے حکم سے تعلیم دیتا اور اس کے فرمانوں کو لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ جب تک اس مرسل کی سچائی لوگوں پر ثابت نہ ہو۔ اور انہیں ایک اور ایک دو کی طرح یقین نہ ہو جاتے۔ کہ ہمارا یہ بھائی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ اس وقت تک لوگوں کی اصلاح ہونا یا اس تعلیم پر عمل ہونا جس کی طرف وہ مرسل بلاتا ہے۔ یا ان بدعات کا چھوڑ دینا جن سے وہ لوگوں کو چھڑانا چاہتا ہے ممکن نہیں۔

یہی سبب ہے کہ دُنیا میں خدا تعالیٰ کا جب کبھی کوئی مرسل آیا تو لوگوں نے اس سے یہ نہیں کہا کہ تو ہمیں اپنی تعلیم کی سچائی کے دلائل سمجھا اور اس کے فوائد بیان کر۔ بلکہ انہوں نے اس سے کوئی ایسا نشان مانگا جس سے ان کے دلوں کو اطمینان ہو جائے کہ فی الواقعہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تا وہ اس پر ایمان لا کر نجات پاویں۔ جیسا کہ ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا:۔

فلیأتنا بآیۃ کما
ارسل الاوّلون۔

کہ یہ شخص ہمیں کوئی ایسا نشان دکھلائے جس طرح پہلے نبی نشان دکھلاتے رہے ہیں۔

پھر جتنی بڑی کوئی تعلیم ہوتی ہے یا جتنی بڑی کوئی قوم ہوتی ہے۔ اسی کے اندازہ کے مطابق نشانات خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے مرسل کو دیئے جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک زبردست بادشاہ فرعونِ مصر کی طرف بھیجے گئے۔ اور انہیں حکم دیا گیا۔ کہ وہ بنی اسرائیل کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں اس سرزمین (فلسطین) سے، (جہاں ان کو خدا کے حکم کے موافق آباد کیا گیا تھا) ہجرت کر کے مصر میں چلے گئے تھے۔ دوبارہ فلسطین میں لا کر آباد کریں۔ اور وہ خاص تعلیم ان کو دیں جو اُن کے لئے مقدر کی گئی تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو ۹ ایسے زبردست نشان دیئے گئے جن کے دیکھنے سے فرعون اور اس کی پارٹی یقین کر سکتی تھی۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فی الواقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کی قوم کو ان کے ساتھ فلسطین جانے کی اجازت دیدینی چاہیئے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ عزّت و احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ اور وہ احکام جو ان کو دیئے گئے ہیں ان کی اتباع کرنی چاہیئے۔

اگر یہ ۹ زبردست نشان جن کا قرآن شریف میں اجمالاً اور توریت میں تفصیلاً ذکر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ دیئے جاتے تو یقیناً ان کی کامیابی ناممکن تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ فرعونیوں نے باوجود ان نشانات کو مشاہدہ کرنے کے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ اور بنی اسرائیل کو جبراً اپنے ملک میں رکھنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشن میں حائل ہونا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے دسویں زبردست قہری نشان نے سب فرعونیوں کا پانی کے ذریعہ خاتمہ کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اپنے فضل سے ارضِ مقدسہ میں پہنچا دیا۔ اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و تربیت سے ایک ایسی قوم بنا دیا جو ہر لحاظ سے اپنے زمانہ میں ممتاز قوم بن گئی۔ اور فضّلنا کم علی العالمین کا مصداق قرار پائی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا جو جاہلیت - - - - کا زمانہ کہلاتا ہے اور ظہر الفساد فی البرّ والبحر کا زمانہ تھا جس میں دُنیا کی ہر ایک قوم خواہ وہ کسی برّ اعظم میں رہتی تھی۔ یا کسی جزیرہ میں بود و باش رکھتی تھی خراب ہو چکی تھی۔ نہ ان کا خدا سے تعلق تھا۔ نہ ان کا مخلوق سے حسنِ سلوک تھا۔ بنی اسرائیل پر ان کے نبی نوحہ کر چکے تھے۔ عیسائیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کو اپنا خدا بنا رکھا تھا۔ اسلئے ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مشن بہت [illegible] مشن تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فرمان:۔

تبارک الذی نزّل
الفرقان علیٰ عبدہٖ
لیکون للعالمین
نذیراً۔

کے مطابق آپ ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور ساری دُنیا کی اصلاح آپ کے ذمہ تھی۔ اسلئے آپ کو جو نشانات عطا فرمائے گئے وہ بھی اُن تمام نبیوں کے نشانات سے بڑھ کر تھے جو مختلف اقوام عالم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ دنیا میں کوئی قوم نہیں جو آپ کے نشانات کا مقابلہ کر سکتی ہو۔ اور آپ کے نشانات کی نظیر پیش کر سکتی ہو۔ آپ کے نشانات و معجزات کی تعداد چار ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ اور یہی وہ نشانات تھے جن کی وجہ سے آپ اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم بوجہ آپ کے منجانب اللہ ثابت ہو جانے کے ساری دنیا میں رائج ہو گئی۔

موجودہ زمانہ کی کیفیت

ہمارا یہ زمانہ جو حسب کتب مقدسہ سابقین توریت و انجیل و وید آخری زمانہ کہلاتا ہے اور دنیا کا ساتواں یعنی آخری ہزار ہے اور ہندی اصطلاح میں کل جگ کہلاتا ہے [illegible] اپنی برائیوں اور شیطانی کارروائیوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اور ہر قسم کے فسق و فجور میں عدیم المثال ہے۔ اور آزادی طبائع کے لحاظ سے اس قدر امتیاز رکھتا ہے کہ وہی افعال شنیعہ جو گذشتہ زمانوں میں لوگ طبعی شرم و حیاء کے تقاضا کے مطابق چھپ چھپ کر کیا کرتے تھے آج علی الاعلان کئے جاتے ہیں۔ اور ان پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ اور انکے ارتکاب کو کوئی عار نہیں سمجھا جاتا۔ اور خدا کے پاک نبیوں کی وہ تعلیمیں اور ہدایتیں جو مقدس ترین امانتیں تھیں ان میں ایسے طور پر تحریف ہو چکی ہے اور ان کی صورت ایسی مسخ کر دی گئی ہے کہ اصل تعلیموں کا دریافت کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اکثر لوگ تو دعا، عبادت، روزہ، ذکر الٰہی وغیرہ کو تضیع اوقات اور فضول اور گذشتہ زمانہ کی بے وقوفی کی باتیں شمار کرتے ہیں۔ اور گو عملاً قوم اور برادری کے دباؤ یا بزدلی کی وجہ سے یہ بات زبان پر نہ لا سکیں مگر ان کا عمل اس بات کا گواہ ہے کہ وہ درحقیقت یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

ہر ایک طبیعت دنیا اور اسکے عیش و عشرت کی طرف اس طرح راغب ہے کہ مال و متاع کے جمع کرنے میں بہت زیادہ منہمک ہے۔ اچھے کھانے، اچھے لباس، اچھی ظاہرداری، اچھی زینت اور

اچھے مکانات و رہائش گاہیں ہر ایک کا مقصود ہے۔ اور ... موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا خیال تک بھی ان کے دل کے کسی گوشہ میں نہیں آتا۔

ہر قوم کی اندرونی حالت دوسری قوم سے ابتر ہے۔ اگر ایک قوم کے پاس مال دنیا کے خزانے و کنوز ہیں تو وہ اس پر کفایت نہیں کرتی بلکہ دوسری قوم کے پاس جو کچھ بقیہ رہ گیا ہے اس کو بھی اپنے پاس جمع کرنے کے لئے تدبیریں کر رہی ہے۔ دوسرے لوگوں کے حقوق کو تو کوئی تسلیم نہیں کرتا اپنے ہی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ ہر ایک دولت مند چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت اسی کے پاس ہو۔ ہر ایک فقیر چاہتا ہے کہ ہر ایک دولت مند کو جس طرح بھی ہو سکے زیر زمین کر دے اور اس کے مال و متاع پر خود قبضہ کر لے۔ اور یہ اصول اور نظریے مختلف ناموں سے دنیا میں موسوم ہو چکے ہیں کیپٹل ازم، فاشی ازم، کمیونزم، نازی ازم، امپیریل ازم انہی نظریات کے جامع نام ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد

ایسے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو آج سے ستر سال قبل مبعوث فرمایا اور آپ کو حکم دیا کہ اس کے وعدہ:۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون

کے مطابق ساری دنیا میں دین اسلام کو غالب کریں۔ اور ساری دنیا پر ثابت کر دیں کہ صحیح اور سچا اور کامل دین صرف اسلام ہی ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر مذاہب ہیں وہ سب کے سب اس بات سے قاصر ہیں کہ لوگوں کی اصلاح کر سکیں اور لوگوں کو ان بدعات اور ظلمتوں سے نجات دے سکیں جن میں اسوقت لوگ مبتلا ہیں۔ اس وقت صحیح راستہ وہی ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ اور سچی شریعت وہی ہے جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

یہ وہ مقاصد ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور مُردہ روحوں کو زندہ کرنے کیلئے آپ کو مسیح موعود قرار دیا۔ لیکن ان کی سچائی پر ایمان لانا کسی انسان کے لئے ممکن ہی نہیں جب تک اُسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فی الواقعہ مامور فرمایا ہے۔ اسلئے اس نے اپنی قدیم سنت کے موافق آپ کو بھی دس ایسے زبردست نشانات عطا فرمائے ہیں۔ جو آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا روزِ روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں۔

دس روشن نشانات

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے۔ اور میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مکذب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا؟ عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا؟ ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ لیکن جب کہ میں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ۳۰ ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقراء اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مُنہ کی پھونکوں سے یہ الٰہی سلسلہ برباد ہو سکتا ہے؟ کبھی برباد نہیں ہوگا۔ وہی برباد ہونگے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔
(۲) خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔
(۳) خدا نے میری دعاؤں میں سب سے بڑھ کر قبولیت رکھی ہے۔
(۴) خدا نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں۔
(۵) خدا نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں۔
(۶) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنیوالا مغلوب ہوگا۔
(۷) خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے اور دنیا میں اکثر وہ اور ان کی نسل بڑی بڑی عزت پائینگے تا ان پر ثابت ہو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اٹھاتا۔
(۸) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک اور جب تک کہ دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔
(۹) خدا نے آج سے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرا انکار کیا جائے گا اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے پر میں تجھے قبول کرونگا اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔
(۱۰) اور خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائیگا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلاء ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔

وتلك عشرة كاملة

دیکھو! وہ زمانہ چلا آتا ہے۔ بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔

یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اُس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۹-۹۱)

یہ دس نشانات ایسے زبردست نشان ہیں کہ کوئی شخص ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ ہر صاحب بصیرت کو یہ ایسے طور پر نظر آ رہے ہیں کہ انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ نشانات ایسے طور پر دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں کہ دنیا ان کی تصدیق کرنے پر مجبور رہے۔

قرآنی معارف کے دریا آپ کی کتابوں میں بہہ رہے ہیں۔ آپ کی اعجازی عربی کتابوں کے مقابلہ سے عرب کے علماء و فضلاء تک عاجز رہے اور عاجز ہیں۔ آپ کی دعاؤں کی قبولیت کی ایک دنیا گواہ ہے۔ سورج گرہن، چاند گرہن، دُمدار ستارہ نے دنیا کو محو حیرت کر دیا۔ زلازل و طاعون [illegible] وباؤں اور سیلابوں اور جنگوں اور قحطوں نے ہر غافل طبیعت کو بیدار کر دیا ہے۔ ہر ایک مقابلہ کرنے والا خواہ آتھم ہو یا ڈوئی یا لیکھرام یا سعد اللہ ---- یا آپ کے شر کا رہا کوئی مولوی بٹالوی ہو یا امرتسری۔ وہ ہر لحاظ سے مغلوب رہا۔ احمدیوں کی کثرت نے دنیا کو حیران و ششدر کر دیا۔ آپ کے ماننے والے اور ان کی نسل آج دنیا میں عزت یافتہ اور بڑے بڑے مراتب کو پہنچی ہوئی ہے۔ بادشاہوں کے درباروں تک ان کو رسائی ہے اور دنیا کا ہر خطہ گواہی دے سکتا ہے کہ خدا کے مامور پر ایمان لانے والوں نے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ بلکہ عزت پر عزت پائی اور آپ کی برکات ہر روز ظاہر ہو رہی ہیں۔ خدا کے زور آور حملوں نے دنیا میں تہلکہ مچا رکھا ہے اور آپ کی سچائی آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر ہو رہی ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند نے اپنے مسیحی نفس سے لاکھوں نفوس کو زندہ کر دکھایا ہے اور چار دانگ عالم میں آپ کی شہرت اور منادی کر دی ہے اور اس کے عہد سعادت عہد میں دنیا نے بڑے بڑے انقلاب دیکھے ہیں۔ اور یہ سلسلہ شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب میں پھیل چکا ہے اور پھیلتا چلا جائے گا یہاں تک کہ دائرہ کی طرح سب دنیا کا احاطہ کر لے گا اور دنیا کے بڑے بڑے مدبر اور مبصر اور فلاسفر یہ شہادت دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ اسلامی سیرت کا صحیح اور حقیقی نمونہ آپ کی ہی جماعت ہے۔ اور اسلام کی علمبردار بھی معاشرۂ عالم میں یہی جماعت ہے۔ اور اس جماعت نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے وہ کام کر کے دکھلایا ہے جسکو کروڑوں مسلمان آج تک کر نہیں سکے۔

پس اے دانشمندو! تمہاری دانشمندی کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ ان دس عظیم الشان نشانات کو (جنکی تفصیل بیان کرنے کیلئے سینکڑوں صفحے لکھے جا سکتے ہیں) اپنا سر تسلیم خم کر دو۔ اور خدا تعالیٰ کے اس زمانہ کے مرسل پر جسے خدا تعالیٰ نے اپنے سچے دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لئے اور اپنے سچے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور تصدیق اور آپ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ ایمان لاؤ۔ اور آپ کی تائید و نصرت کے لئے آپ کے ساتھ عہد باندھو۔ تا ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور تمہیں ابدی زندگی ملے۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ +

آیت خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور اسلامی لٹریچر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ——— کا ——— ارشاد گرامی

از مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی۔ لاہور

تاج کمپنی نے حال ہی میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم کی ایک کتاب "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" شائع کی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور آپ کے فضائل اور محامد کے بارے میں ہے۔ اس کتاب میں مولانا صاحب موصوف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منقبت میں ایک حدیث درج فرماتے ہیں:۔

"حضرت انسؓ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا وہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہوگا۔ تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ! قسم ہے اپنے عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے ۲۰ لاکھ سال پہلے لکھا ہے۔ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے۔ جب تک کہ محمدؐ اور ان کی امت میں داخل نہ ہو جاویں۔ (پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔ عرض کیا کہ تو مجھ کو ان (محمدؐ) کی امت میں سے بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کر دوں گا (روایت کیا کہ اس کو حلیہ میں کذا فی الرحمۃ المہداۃ") (نشر الطیب فی ذکر الحبیب صفحہ ۲۶۱ و ۲۶۲)

اس حدیث کو بار بار پڑھیئے اور اس کے مطالب پر غور کیجئے۔ اس سے صراحت کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں نبوت کا سلسلہ جاری ہے

(۲) جس شخص کو اللہ تعالےٰ نبوت کے عہدے پر سرفراز فرمائے گا۔ وہ اپنی علیحدہ امت نہیں بنائے گا بلکہ وہ امت محمدیہ میں شامل اور اسی کا ایک فرد ہوگا۔

(۳) اس نبی پر ایمان لانے والا کوئی شخص امت محمدیہ سے خارج نہیں ہوگا۔

(۴) نبوت صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہی حاصل کر سکے گا۔

(۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کی نبوت حضور کے لئے نعوذ باللہ کسر شان کا موجب نہیں بلکہ عزت و افتخار کا موجب ہوگی۔ اس کے برعکس کسی غیر امتی نبی کے آنے سے یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسر شان ثابت ہوگی۔

(۶) کوئی پرانا نبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں بن سکتا۔ اس لئے اس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دوبارہ دنیا میں آنا محال ہے۔

جماعت احمدیہ کا موقف عین اس حدیث کے مطابق ہے اور اسے وہ گذشتہ ساٹھ سال سے پیش کر رہی ہے۔ مگر افسوس مخالفین کی طرف سے تواتر کے ساتھ یہی پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ جماعت احمدیہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایک نئی نبوت کی قائل ہے، حالانکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا عقیدہ رکھ کر وہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مقابلے میں ایک نئی نبوت کا دروازہ کھول رہے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا حدیث کی رو سے جہاں امتی نبوت کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا رستہ بالکل بند کر دیا گیا ہے۔ مخالفین کے سامنے جب کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے متعلق اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے۔ اور آپ کی شریعت کو پھیلائیں گے۔ لیکن یہ حدیث صاف بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی وہی ہو سکتا ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی امت میں سے ہو۔ پہلا کوئی نبی خواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا عظیم القدر نبی ہی کیوں نہ ہو باوجود خواہش کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں بن سکتا۔

آیت خاتم النبیین کا اصل مفہوم

دراصل یہ تمام غلط فہمیاں آیت خاتم النبیین کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ایک طرف تو خاتم النبیین کے یہ معنے کئے گئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ قطعی طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ اور اب آپ کا کوئی امتی بھی آپ سے فیض حاصل کر کے آپ کے واسطہ سے غیر تشریعی نبوت حاصل نہیں کر سکتا اور دوسری طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد کا عقیدہ رکھ کر نہ صرف از خود اس عقیدہ سے کلی انحراف کا ثبوت دے دیا گیا۔ بلکہ بالواسطہ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح آپ کے کسی امتی کے بس کی بات نہیں۔ یہ کام ایک اسرائیلی نبی ہی کر سکے گا۔ جسے اللہ تعالےٰ نے اس غرض سے دو ہزار سال سے آسمان پر بٹھایا ہوا ہے۔

خاتم کا لفظ کمال پر دلالت کرتا ہے

خاتم کا لفظ اہل علم اور اہل زبان کے نزدیک اکثر و بیشتر کمال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کسی شخص کے متعلق یہ ظاہر کرنا ہو کہ وہ اپنے فن میں کمال درجے کو پہنچا ہوا ہے اور آئندہ کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس فن میں اس کا مقابلہ کر سکے تو اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس فن میں اس کا مقابلہ کر سکے تو اس کے لئے "خاتم" کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

عربی اور اردو ادب میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی۔ جن میں سے چند بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہو سکے گا کہ لفظ "خاتم" کا حقیقی محل وہی ہو سکتا ہے۔ جہاں اسے کمال کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مصر کی وزارت داخلہ کے ریسرچ آفیسر ڈاکٹر احمد فرید رفاعی اپنی کتاب "عصر المامون" میں لکھتے ہیں کہ ایک شاعر عبد الرحمٰن بن ابی الہداہد نے مشہور عباسی خلیفہ امین الرشید کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہا تھا ؎

یا ملکا لیس بعدہ ملک
لخاتم الانبیاء فی امۃ

(عصر المامون جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

ترجمہ:۔ جس طرح خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح اے بادشاہ! تیرے بعد کوئی بادشاہ نہیں

اس شعر میں ادنےٰ تفکر کرنے سے بھی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ شاعر کا مطلب یہ ہرگز نہ تھا کہ خلیفہ امین الرشید کے بعد بادشاہت کا سلسلہ بکلی منقطع ہو گیا۔ وہ صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ امین الرشید جیسا بادشاہ آئندہ اور کوئی نہ ہو سکے گا

مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب "المامون" میں ایک شاعر "عریب" کے متعلق لکھتے ہیں:

"عریب کی قابلیت و کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ المعتز باللہ عباسی نے جو فن بدیع کا موجد اور عرب کے شعراء کا خاتم ہے۔ اس عریب کے حالات میں ایک ایسی مستقل کتاب لکھی ہے"

(المامون صفحہ ۱۰۱)

کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ خلیفہ المعتز باللہ عباسی کے بعد شعراء کا سلسلہ بالکل ختم ہو گیا؟

اقبال کے ایک معتقد مولوی محمد طاہر فاروقی ایم اے حال پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور اپنی کتاب "سیرت اقبال" میں لکھتے ہیں:۔

"اقبال شاعر ماضی، شاعر حال اور شاعر مستقبل تینوں حیثیتوں کے جامع ہیں۔ انہوں نے وہ کام بھی کیا جو حالی نے کیا تھا وہ مقصد بھی ادا کیا جو اکبر پورا کرنا چاہتے تھے اور یاس و قنوط کی زنجیروں سے آزاد ہو کر اور تشکیک کے طلسم سے رہا ہو کر رجائیت کی دنیا میں وہ آئین شہبازی بھی سکھائے جو یقین و عمل کے اس آخری پیغمبر ہی کا درس ہو سکتے تھے۔۔۔۔۔۔ وہ غزالی و رازی بھی تھے، عطار و سنائی بھی

سعدی ورومی بھی حالی واکبر بھی اور امیر و غالب بھی۔ تصوف وحکمت عشق وموعظت اثر و رہبانیت اور اصلاح ومجددیت کا یہ اجتماع دنیائے ادب کے اس خاتم الشعرا ہی کے لئے محفوظ رکھا گیا۔"

(سیرت اقبال صفحہ ۲۹)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالک "کی ایک شرح مصفیٰ" کے نام سے لکھی ہے جسے دہلی کے ایک مکتبہ نے شائع کیا ہے۔ کتاب کے سرورق پر مندرجہ ذیل عبارت مرقوم ہے:۔

للہ الحمد والمنۃ کہ شرح کتاب موطا امام جلیل القدر رفیع المنزلت امام دار الہجرت مالک بن انس الاصبحی المدنی علیہ الرحمۃ مسمیٰ بہ مصفیٰ و دیگرے موسوم بہ مسویٰ ہر دو از عمدۂ تالیفات خاتم المجتہدین حجۃ اللہ علی العالمین فارس ساحت معانی امام ربانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ بعد تصحیح تمام وتحشی مناسب مقام باہتمام مالکان کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد دہلی طبع شد"

کیا اس لقب کی بناء پر یہ دعوے کرنا جائز ہوگا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بکلی بند ہوگیا ہے اب آئندہ کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوسکتا؟ اگر "خاتم المجتہدین" کے معنی "مجتہدین کو ختم کرنے والا" نہیں کئے جاسکتے۔ تو "خاتم النبیین" کے ایسے معنی کیوں کئے جائیں جو نہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بلکہ بلاغت کے اصول کے بھی صریح خلاف ہیں؟

لفظ "خاتم النبیین" کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ کیجئے:۔

"محمد بن ابراہیم عباسی نے جو آل عباس کا نہایت معزز شخص تھا، فضل بن یحیٰ برمکی کے متعلق کہا تھا۔

"فضل سے کہدو کہ سخاوت کا تم پر خاتمہ ہے اب آئندہ زمانے میں جو فیاض ہونگے وہ تمہاری اقتدا کریں گے"

(البرامکہ مؤلفہ منشی عبد الرزاق کانپوری صفحہ ۱۷۳)

شاگرد کی نبوت آقا ہی کی نبوت ہے

یہی مفہوم لفظ "خاتم النبیین" کا ہے یقیناً نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی ہے اب کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر نبوت حاصل نہ کرسکے گا۔ اگر کوئی نبی ہوگا تو وہی ہوگا جو آپ کی کامل اقتدا کرنے والا اور آپ ہی کے مشن کو دنیا میں پھیلانے والا ہوگا۔ اس لحاظ سے اس کی نبوت اپنی نبوت نہ ہوگی بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت ہوگی۔ کیونکہ وہ آپ کا غلام بن کر لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی پیروی کرنے کی دعوت دیگا اس لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت آپ ہی کے پاس رہی

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کسی ولی کا معجزہ اس کا اپنا معجزہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور عالم قاری عبد الرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کے سوانح نگار مولوی عبد الحلیم صاحب انصاری خطیب جامع مسجد پانی پت اپنی کتاب "تذکرہ رحمانیہ" میں قاری صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:۔

"جس نبی کی امت کا بھی ولی ہو اس کی کرامات اپنے نبی کے لئے معجزہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ان چیزوں سے نبی کی صداقت پر دلالت ہوتی ہے کہ اس کے امتی ایسے ایسے اشخاص ہوئے ہیں"

(تذکرہ رحمانیہ صفحہ ۱۲۷)

اگر امتی کا معجزہ دراصل نبی کا معجزہ ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی نبوت خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کیوں نہیں ہوسکتی اور امتی کی نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے مقابلے میں کس طرح پیش کیا جاسکتا ہے؟ جس طرح اگر ولی کے معجزے سے نبی کی صداقت آشکارا ہوتی ہے کہ اس کے امتی ایسے ایسے اشخاص ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی کی نبوت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور عزت و شان کیوں آشکارا نہیں ہوتی کہ آپ کے فیضان کے نتیجہ میں آپ کے ایک شاگرد اور غلام نے نبوت کا درجہ حاصل کرلیا ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کے چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں جنہیں پڑھنے سے جہاں ایک طرف یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ لفظ "خاتم النبیین" کی جو تشریح آپ نے بیان فرمائی ہے صرف اسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان ظاہر ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مخالفین کا یہ دعوے کس قدر غلط ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعوذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بالمقابل نبوت کا دعوے کیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افتراء عظیم ہے ہم جس قوت یقین اور معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے مگر ہم بصیرت تام سے آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھولدیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دنیا کی مثالوں میں ہم ختم نبوت کی مثال ہم اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہوجاتا ہے جب کہ اسے بدر کہا جاتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالات نبوت ختم ہوگئے"

(الملفوظات صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸)

اپنی نبوت کی حقیقت وماہیت کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوے کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہوکر نبوت کا دعوے کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت ومخاطبت الہٰیہ ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ ومخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ لفظی نزاع ہوئی"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷ و ۶۸)

"اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو"۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے گم کردہ راہ بھائیوں کو ہدایت دے کہ وہ بھی اس حقیقت کو پالیں جسے اس اس کے خاص فضل ورحم کے ساتھ جماعت احمدیہ نے پالیا ہے اور ان کے دل ہر ایسے عقیدہ سے خالی ہوجائیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کا موجب ہے آمین یا رب العالمین۔